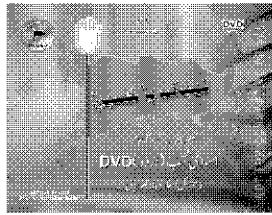


یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں  
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی

DVD  
Version

# لبیک یا حسینؑ

نذر عباس  
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad  
Sindh, Pakistan.

[www.sabeelesakina.page.fl](http://www.sabeelesakina.page.fl)

[sabeelesakina@gmail.com](mailto:sabeelesakina@gmail.com)

Presented by [www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)

[www.ziaraat.com](http://www.ziaraat.com)

NOT FOR COMMERCIAL

# موجِ ادراک

محسن نقوی

ماورا پبلیشرز

۳- بہاول پور روڈ، لاہور

## فہرست عنوانات

- ۱- سرلوحِ چشمِ تر ، ۷
- ۲- حمد ، ۱۱
- ۳- سلام ، ۱۴
- ۴- نگینانِ رسالت ، ۱۵
- ۵- مَنوجِ ادراک ، ۲۲
- ۶- المددِ مصطفیٰؐ ، المددِ مصطفیٰؐ ، ۵۲
- ۷- گوہرِ کعبہِ حرم ، ۵۸
- ۸- علیؑ جمالِ دو عالم ، ۸۹
- ۹- ملکہِ عصمت ، ۹۲
- ۱۰- رئیسِ امامت ، ۱۰۱
- ۱۱- نہ پوچھو میرا حسینؑ کیا ہے ؟ ، ۱۱۰
- ۱۲- خطیبِ نوکِ شان ، ۱۲۱
- ۱۳- کربلا ، ۱۲۶
- ۱۴- مریمؑ کربلا ، ۱۳۱
- ۱۵- علیؑ کی بیٹی ، ۱۴۰
- ۱۶- سلام ، ۱۴۳
- ۱۷- قطعات ، ۱۵۲

## انساب

جن کے سجدوں سے منور ہے جبینِ آفتاب  
میرے حرفوں کی عبادت ان خدا والوں کے نام  
میری شہ رگ کا لہو، نذرِ شہیدانِ وفا  
میرے جذبوں کی عقیدت کر بلا والوں کے نام

محسن نقوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سِرِّ لَوْحِ چہنم تر

”موجِ ادراک“ میر نے فکری نظریات و عقاید اور وجدانی جذبات و محسوسات پر مشتمل شاعری کا مجموعہ ہے، اس مجموعے میں شامل افکار کا مدار و محور انسانی عظمت کی تاریخ کو منظور و مستنیر کرنے والی وہ عظیم شخصیتیں ہیں جن کے کردار کی صداقت اور جذبول کی توانائی سے ابن آدم کی تہذیب اور دین ایزدی کے آئین کی شیرازہ بندی ہوئی اور اسلامی اقدار کی پیشانی پر انسانی شرافت کا عکس و وام کی صورت میں ابد تک و مکتا رہے گا، میرے نزدیک سچے اور کھرے جذبول کی حرارت جب فکر و خیال کی روشنیوں کے رنگ نکھارتی ہے تو الفاظ، الہام کی آئینہ بندی کر کے ذہنی حجابوں سے اُدھر پوشیدہ حقیقتوں کا سراغ لگاتے اور محسوسات کے آفاق سے پرے مدفون اسرار کا پتہ بتاتے ہیں اور جب تک صاحبِ لفظ و بیان لفظوں کے مزاج سے مکمل طور پر واقف نہ ہو وہ جذبہ خیال کے بے کراں صحراؤں میں ڈوڑنک پھیلے ہوئے دہم و تشکیک کے گھورانہ حیرتوں میں راستہ بھٹک کر اپنے وجود تک کے نشانات سے بے خبری کے داغ اپنی بصیرت کے اُبلے پیرہن پر سجاتا رہتا ہے، اور اسی قلبی گراہی کی آخری منزل کا نام موت ہے، موت جو جذبول سے توانائی اور خیال سے رعنائی تک چھین لیتی ہے۔ اس لیے میں

ہمیشہ لفظ کی حیاتی قوت کا قائل رہا ہوں، لفظ انسانی تہذیب کا سرمایہ بھی ہے اور فکری نظریات کی پہچان بھی، میں سمجھتا ہوں کہ زمین پر سب سے پہلے انسان کا اولین معجزہ ”لفظ“ کی تخلیق تھا، جس نے اُسے خود سے آشنا ہو کر اپنے آپ کو متعارف کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ لفظوں کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا یا موت علم انسانوں سے کہیں زیادہ حساس اور متاثر کن ہوتا ہے۔

لفظ ہماری کائنات میں، لفظ ہماری ذات کے ادراک کا موثر ترین ذریعہ اور ہمارے محسوسات کے اظہار کا توانا ترین وسیلہ ہیں، بات صرف یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انسان کی اصل میراث اُس کے لفظ ہیں۔ اگر یوں نہ ہوتا تو مرنے والوں کی قبروں کی پیشانیوں پر لفظوں سے اُٹے ہوئے کتبے کبھی نہ سجائے جاتے کہ یہی اس کی میراث ہیں۔ موت کے بعد ہماری پہچان ہمارے وہ لفظ ہی تو بنتے ہیں جو ہم سادہ کاغذوں کے حوالے کر جاتے ہیں۔

انہی سادہ کاغذوں پر لکھے ہوئے حروف نے مجھے ان شخصیتوں کا ادراک عطا کیا جو میرے اس مجموعہ کا موضوع اور میرے فکر کے تمام دائروں کے مرکزی نقطوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ میں نے اپنی تاریخ کے الفاظ کے سینے میں اتر اتر کر اور حروف کی تخلیق کے مراحل سے گزر گزر کر ان کرداروں کی رہگزاروں پر تابندہ نقوش قدم کی مٹی کے ذروں کو اپنی ہلکیوں پر سجانے کی عبادت کی ہے۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ تاریخ صرف اُن افراد کی عظمت کو سلام کرتی ہے جو

اپنے کردار اور عمل کی عظمت سے تاریخ کو عظیم بناتے ہیں اور انسانی فکر صرف ان ذہنوں کی چوکھٹ پر سجدہ تعظیمی کا فرض انجام دیتی ہے جو فکر سے انسان کی ذہنیت کو معراج عطا کرتے ہیں۔

کسی انسان کی ذات جب کائنات پر محیط ہونے کا اہل ارادہ کرتی ہے تو گردشِ سبیل و نہار کی رگوں میں گونجتا گرجتا لہو برف بن جاتا ہے، وقت کی نسلیں اکھڑنے لگتی ہیں اور تاریخ کی سماعت کا گنبد اپنے آپ لہرنے لگتا ہے۔ انسان ازل سے اپنی تاریخ خود لکھتا ہے۔ اور اپنے گرد و پیش سے باخبر رہ کر آنے والوں کی آئینہ شبہ روز کے زراپچوں کو بشارتیں دیتا آیا ہے، تاریخ اپنے بوڑھے ہاتھوں میں سادہ کاغذ کا کشکول ایسے انسانی وجدان کے بند اور مقفل کو اردوں پر دستک دیتی رہی ہے اور جو کچھ اس کے کشکول میں اندیلا گیا۔ اُس نے دیانتداری سے آئندہ نسلوں کے حوالے کر دیا، تاریخ کی بینائی آج تک کمزور نہیں ہوئی، نہ ہی اس کا حافظہ ضعیف ہوا ہے۔ یہ الگ بات ہے، کہ ہم اپنی تاریخ سے خود تعصب کرتے رہے مگر تاریخ ہمارے تعصب یا بغض و حسد کی دسترس سے ہمیشہ بلند و بالا رہی ہے۔ اور یہی تاریخ کی دیانتداری ہے۔ ہم اپنی تاریخ کے صفحے جلا تو سکتے ہیں مگر اس کے سینے میں چھپی ہوئی سچائیوں کو بھلا نہیں سکتے۔ ہم یونان کی تاریخ پر اپنے نسیان کی تہہ تو چڑھا سکتے ہیں مگر تھیلیز، اینیگورینڈر، اینیگورینڈر، ارسطو، افلاطون یا سکندر کا نام ہمارے حافظے سے کہاں مٹ سکے گا؟ ہم نیل کے شب و روز کو دیر با برد کر سکتے ہیں مگر موسیٰ و فرعون کے کردار ہماری بینائی



میں روشنی گھولتے رہیں گے، ہر تمام یورپ کا نام بھلا سکتے ہیں مگر نپولین اور ٹھلریا  
 مسولینی کا کردار کیا کریں گے؟ ہم ایشیا کو بڑیا سرخ بناتے رہیں مگر ایشیا کو ایشیا  
 بنانے والوں کے نام کہاں بھلا سکیں گے؟ اسی طرح ہمارے نزدیک عجمی تاریخ  
 کی کوئی قیمت ہو یا نہ ہو بادشاہت و جمہوریت کے نمائندوں کے اسرار کی تاریخ ہمیشہ  
 اپنی تمام تر خوبیوں یا برائیوں سمیت فضا میں گونجتی رہے گی، اور عرب کے صحرا فردوں کے  
 نیچے تو اپنے ذہن سے محو کر سکے ہیں مگر شعیب ابی طالب سے کہ بلا تک کے شب روز کی یادداشت  
 ہمیں ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرتی رہے گی، یہاں یہ بات عرض کر دینا بھی ضروری ہے  
 کہ ہر دور کی تاریخ نے اپنے سینے میں سچ اور جھوٹ دونوں کے نمائندوں کے کرداروں  
 کی فہرست محفوظ رکھی ہے۔ ان کرداروں میں جتنی توانائی ہوتی ہے اتنی دیر تک  
 ذہنوں میں زندہ بھی رہتے ہیں۔

میں نے جب بھی اسلام کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہے مجھے اسلام کا بچپن  
 ابوطالب کی گود میں بہتا نظر آیا، جوانی عبداللہ کے یتیم اور پیغمبر انسانیت کے  
 دامن کی چھادوں تلے محو آرام ملی، بڑھاپا علی کے طاقتور بازوؤں کے آگن میں  
 سانس لینا دکھائی دیا، اسلام کی عصمت کا نام بنو علی، عظمت کا لقب حسن، زندگی  
 کا ضامن حسین اور بہیت کا تخلص ام المصائب مٹھا۔ اسی لیے ”موج اور اک“  
 میں شعیب ابی طالب سے کہ بلا تک کے ذرا کرداروں کی شخصیت نگاری کا مکمل  
 اور ادھور اسازا پچھ نظر آئے گا، نامکمل اور ”ادھورا“ اس لیے کہ ان شخصیتوں کے

کہ دار کی عظمت کا بھر پورا احاطہ نہ تو میرے فکر کی دسترس میں ہے اور نہ ہی میرے قلم کے بس کی بات ہے۔ اجماعاً تک ”موج ادراک“ میں شامل قصائد کا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری سا لگتا ہے کہ میں موجودہ دور میں قصیدہ کی مکمل ہیئت اور اجزا سے باخبر رہنے کے باوجود مطلع، تشبیب، ہمارے وغیرہ قسم کے زوائد کو اصل موضوع سے پہلے اس لیے غیر ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کا سامع یا قاری نہ تو ذہنی طور پر اتنا فانی ہے اور نہ ہی طبعاً اتنا مشکل پسند کہ ہر بات کی تہہ تک اترنے کے بعد آگے بڑھنے کا ارادہ کرے میں نے محسوس کیا ہے کہ صرف وہی لفظ زندہ رہتے ہیں جو ذہنوں سے دل تک اترنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس لیے میں بلا واسطہ بات کرنے کی بجائے بلا واسطہ بات کرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ ”موج ادراک“ میں شامل تمام تر قصائد فنِ قصیدہ نگاری کے پُرانے مروجہ اصولوں سے ہٹ کر اپنی شکل و صورت اور ہیئت کے لحاظ سے جدا اور علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں، ان قصائد میں ہیئت نامی سے زیادہ شخصیت نگاری پر توجہ دی گئی ہے۔

مجھے اپنی شاعری کے قد و قامت کا بھی اندازہ ہے اور اپنے موضوعات کی اہمیت کا بھی احساس ہے۔ اس لیے اس مجموعہ کی اشاعت پر کسی قسم کا دعویٰ کرنے کی بجائے میری یہ آرزو ہے کہ میرے یہ کج حج افکار محمد و اہلبیتؑ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پائیں۔

محسن نقوی

# حسد

اے عالمِ نجوم و جواہر کے کردگار!  
 اے کارسازِ دہر و خداوندِ بحر و بر  
 ادراک و آگہی کے لیے منزلِ مراد  
 بہر مسافتِ این جنوں، حاصلِ سفر!  
 یہ برگ و بار و شاخ و شجر، تیری آیتیں  
 تیری نشانیاں ہیں یہ گلزار و دشت و در  
 یہ چاندنی ہے تیرے تہتم کا آئینہ  
 پر تو ترے جلال کا بے سایہ دوپہر!  
 موجیں سمندروں کی، تری رگہرز کے موڑ  
 صحرا کے ہیچ و حشم، ترا شیرازہ، عہد!

اُجڑے دلوں میں تیری خموشی کے زاویے  
 تابندہ تیرے حرف، سہ لوجِ چشمِ تو  
 موجِ صبا، خرامِ ترے لطفِ عام کا  
 تیرے کرم کا نام، دُعا در دُعا، اثر

اے عالمِ نجوم و جواہر کے کردگار  
 پنہاں ہے کائنات کے ذوقِ نمویں تو  
 تیرے وجود کی ہے گواہیِ چمنِ چمن!  
 ظاہر کہاں کہاں نہ ہوا، رنگ و بو میں تو  
 مری صدا میں ہیں تری چاہت کے آئنے  
 آباد ہے سدا مرے سوزِ گلو میں تو  
 اکثر یہ سوچتا ہوں کہ موجِ نفس کے ساتھ  
 شہِ رگ میں گونجتا ہے اہو، یا اہو میں تو؟

اے عالمِ نجوم و جواہر کے کردگار!  
مجھ کو بھی گرہِ شام و سحر کھولنا سکھا!  
پلکوں پہ میں بھی چاند ستارے سجاسکوں  
میزانِ خس میں مجھ کو گہر تو لٹا سکھا  
اب زہرِ ذائقے ہیں زبانِ حرف کے  
ان ذائقوں میں "خاکِ شفا" کھولنا سکھا  
دل مبتلا ہے کب سے عذابِ سکوت میں  
تُو رتِ نطق و لب ہے مجھے "بولنا" سکھا

# سلام

عاشور کا ڈھل جانا، صغرا کا وہ مرجانا  
اکبر ترے سینے میں، برہمی کا اتر جانا

اے خونِ علی اصغرؑ میدانِ قیامت میں  
شبیر کے چہرے پر کچھ اور کھس جانا

سجاد یہ کہتے تھے، معصوم سیکنے سے  
عباس کے لاشے سے چپ چاپ گزر جانا

نہتے سے مجاہد کو ماں نے یہ نصیحت کی  
تیروں کے مقابل بھی بے خوف و خطر جانا

محسن کو رلاتے گا، تا حشر لہو اکشر  
زہراؑ تری کلیوں کا صحرا میں بکھر جانا

## نگہبانِ رسالت، صلی اللہ علیہ وسلم

وہ حقیقی مردِ مومن، پیکرِ عنزم و ثبات  
جس نے ٹھوکر سے اُلٹ دی تو لہب کی کائنات  
ضامنِ عنزم پیمبر بن گئی جس کی حیات  
جس کے بچوں کی وراثت تھے جہاں کے معجزات  
جس نے رکھ لی آبر و افسانیت کے نام کی!  
جس نے لُٹ کر پرورش کی ناقواںِ اسلام کی

جس کی آنکھوں میں محبت میں پی پی پی پی پی پی پی پی پی پی  
 جس نے بخششی آدمیت کو فلک تک برتری  
 دفن کر دی جس نے استبداد کی غارتگری  
 بُت تراشی، بُت پرستی، بُت نوازی، بُت گری  
 جس نے بخششی تھی تجھے تو قیصرِ عرفاں یاد کر  
 اے بنی آدم ابوطالب کے احساں یاد کر

شیخ بطحا، ناصر دین، سید عالی نسب  
 بحرِ علم و فضل و شہرِ جُود و معیارِ ادب  
 پایسے جس نے رموزِ آدمیت بے طلب  
 جس کی ہیبت سے لڑتے تھے خدو مخالفِ عرب  
 وہ سخی جو آسینا میں مثل اپنی آپ تھا  
 وہ بہادر جو شجاعت میں علی کا باپ تھا



وہ نبوت کا مُصَدِّق وہ انھوت کا مدار  
جس نے بخشا ضعفِ انسانی کو یزداں کا وقار  
وہ مزاجِ آسشتی کی سلطنت کا ناجہ دار  
جس کی نسلوں میں نہاں تھی قوتِ پروردگار  
حوصلہ جس کا مزاجِ عزمِ سرور ہو گیا  
جس کی شہِ رگ کا لہو پھیلا تو جید رہ گیا

جس کے چہرے پر فروزاں تھی شجاعت کی شفق  
جس کی آنکھوں میں رواں تھی آدمیت کی رمق  
جس کی پیشانی تھی تاریخِ صداقت کا ورق  
وہ ابوطالب جسے مطلوب تھے عرفانِ حق  
جس نے سینے سے لگایا حادثوں کو جھوم کر  
چھا گیا جو زندگی پر موت کا منہ چوم کر

وہ نگہدارِ محمدؐ، وہ نگہبانِ حرم  
وہ جھلکتے ریگزاروں کے لیے ابرِ کرم  
وہ عرب زادوں کے لہجے میں انیسِ محترم  
وہ شبستانِ رسالت میں چراغاں کا بھرم  
آیہِ تطہیر ہے جس کے گھرانے کے لیے  
جس کی نسلیں کٹ گئیں حق کو بچانے کے لیے

جس کے سنگِ در پہ چھکتی ہو زمانے کی جبین  
جس کا پسیر ہو پیمبرؐ کی صداقت کا ایمن  
جس کی قربت میں سکوں پائے امام المرسلین  
وہ بھٹک جائے رہِ حق سے؟ نہیں، ممکن نہیں  
اُس کی ہستی کو خدا کی شان کہنا چاہیے  
اُس کی جاں کو محورِ ایمان کہنا چاہیے

جس نے ہر مشکل میں کی ہو وارثِ دیں کی مدد  
 جس کی گردِ پا کو چوڑے فاطمہ بنتِ اسدؓ  
 جو علیؑ سے مہدیؑ دیں تک امامت کی ہر جہد  
 جس کے بیٹے کو ملی ہو کھلِ ایماں کی سند  
 کون کہتا ہے کہ اُس کے دل میں جذبِ دل نہ تھا ؟  
 کون کہتا ہے کہ وہ خود مومنِ کامل نہ تھا ؟

جس کے لبِ سرچشمہٗ اعجازِ صد حمد و درود  
 جس کے لہجے میں حُسنِ آریہٗ حق کا درود  
 جس کا پیکرِ جلوۂ صد رنگ کی جائے نمود  
 توڑ ڈالیں جس نے عصرِ جہل کی ساری قیود  
 جس کی صہبائے تفکرِ عافیت آمیندہ تھی  
 جس کے احساسِ انا کی لوقیامت خیز تھی

جس کی پیشانی کا بل، موجِ عنبرِ درِ کردگار  
 جس کے ابرو کی کماں ہو گردِ شیشِ لیل و نہار  
 وہ بید اللہ کا پدّر، وہ مصطفیٰ کا افتخار  
 جس کو دھرتی پر ملا ہو مفلسی میں اقتدار  
 جس کے پوتے کا زین پر مقتدی جیسی بنے  
 کیا کہوں محشر میں اُس کا مرتبہ کیا کیا بنے؟

وہ شعور و علم و حکمت کا حقیقی امتزاج  
 جس کے فرقِ ناز پر چھتا ہو سرداری کا تاج  
 یہ بھی کیا کم ہے بشر کی آدمیت کا مزاج  
 آج تک "شعبِ ابی طالب" کو دیتا ہے خراج  
 کس کو اندازہ ہے اُس کی عظمتِ میمان کا  
 بانیِ اسلام خود ممنون ہے عمران کا

اے مورخِ وقت کے معزور کرداروں سے پوچھو!  
 پوچھو، تاریخِ عرب کے سببتمکاروں سے پوچھو!  
 کہ بلائیں ٹوٹتی بے لوج تنواروں سے پوچھو!  
 شام کی گلیوں سے، چوراہوں سے، بازاروں سے پوچھو!  
 ذریت کس کی یزیدی حوصلوں پر چھپ گئی؟  
 کس کی پوتی ظلم و استبداد سے ٹکرا گئی؟

بول اے تاریخ کے زندہ اصولوں کی زبان  
 کس کے ہام و در سے ٹکراتی رہی ہیں حبلیاں؟  
 کون باطل کے مقابل آج تک ہے کامراں؟  
 سونے کو فدا پا بجولائے تھادہ کس کا کارواں؟  
 کس نے صدیوں کو صدادی حق پسندی کے لیے؟  
 کس کا گھرا جڑا تھا دیں کی سر بلندی کے لیے؟

# موج ادراک

یہ دشت یہ دریا یہ مہکتے ہوئے گلزار  
اس عالمِ امکاں میں ابھی کچھ بھی نہیں تھا  
اک "جلوہ" تھا، سوگمُ تھا حجاباتِ عدم میں  
اک "عکس" تھا، سونستظرِ چشمِ یقین تھا

یہ موسمِ خوشبو یہ گہرے تابِ شبنم  
یہ رونقِ ہنسگامہ کوئین کہاں تھی؟  
گلنار گٹاؤں سے یہ چھنتی ہوئی چھاؤں  
یہ ڈھوپ، دھنک، دولتِ دارین کہاں تھی؟

یہ نکمتِ احساس کی مقروض ہوا تیں  
دلدارئی المام سے مہکے پٹوے لمحات  
دوشیزہ انفاس کی تسبیح کے تیور  
کس کج تصور میں تھے مصروفِ مناجات ؟

”شیرازہ آئینِ قدم“ کے سبھی اعراب  
بے ربطی اجزائے سوالات میں گم تھے  
یہ رنگ یہ نیرنگ یہ اورنگ یہ سب رنگ  
اک پردہ افکار و خیالات میں گم تھے !

یہ پھول یہ کلیاں یہ چنگے ہوئے غنچے  
بے آب و ہوا، تشنہ آیات و مناجات  
یہ برگ ، یہ برکھا ، یہ لچکتی ہوئی شاخیں  
بیگانہ آدابِ سحر بے لم جذبات

کسار کے جھرنوں سے پھسلتی ہوئی کرئیں  
اک خواہِ مسلسل کے نتیجے میں نہاں تھیں!  
چپ چاپ فضاؤں میں مچلتی ہوئی لہریں  
ماحول کے بے لظن تصور پہ گراں تھیں

غم خانہِ ظلمت نہ کوئی بزمِ چہراں  
خورشید نہ مہتاب، نہ انجم نہ کواکب  
شورشِ گہ "کن" مہتی نہ یہ آوازِ دمام  
تفریقِ من و تو نہ مساوات و مراتب

ہنگامہ شادی نہ کوئی مجالسِ ماتم!  
یلغارِ حسدِ یفاں نہ جلوںِ عنبرِ یاراں  
آنکھوں میں کوئی زخم نہ سینے میں کوئی چاک  
ابوہِ رقیباں نہ زرخِ لالہ عذاراں



افلاس کا احساس نہ پندارِ زرد و سیم  
بخشش کے تقاضے نہ یہ دریوزہ گری تھی  
پتھر کا زمانہ تھا نہ شیشے کے مکاں تھے  
یہ عقل کا دستور نہ شوریدہ سرری تھی

مقتول کی سرِ یاد نہ آوازہ و تاتل  
مقتل تھے نہ شہِ رگ میں لہو تھا نہ ہوس تھی  
دربار نہ شکر نہ کوئی عدل کی زنجیر  
دل تھا نہ کہیں تیسرگی کیخِ قفس تھی

رہبر تھے نہ منزل تھی نہ رستے نہ مسافر!  
قندیل نہ جگنو نہ ستارے نہ گہر تھے  
یہ اَبیض و اَسود نہ اَب و جد نہ زرد و سیم  
انساں تھے نہ حیواں نہ ہجر تھے نہ بخر تھے

ہر سمت مُسَلط تھے تجیڑ کے طلسمات !  
 جیسے کسی مدفن میں ہو صدیوں کا کوئی راز  
 جس طرح کسی اُجر طے ہوئے شہر کے سائے  
 یا موت کی ہچکی میں لگھلتی ہوئی آواز

جیسے کسی گھر میں صنفِ ماتم کی خموشی  
 یادداشتِ دبیا باں میں نزولِ شبِ آفات  
 جیسے کسی کسار پہ تنہا کوئی خیمہ !  
 یا شامِ غریباں کے نصرف میں سموات

ہولے سے سرکنے لگے ہستی کے جبابات  
 دھیرے سے ڈھلکنے لگا تخلیق کا انجیل  
 چھن چھن کے بکھرنے لگا، "شیرازہ کُن کُن"  
 رزمِ جہم سے برسنے لگے احساس کے بادل

پلکیں سی جھپکنے لگی دوشیزہ کوئین!  
ہاچل سی ہوئی سپیکرِ عالم کی رگوں میں  
آفاق کے سینے میں دھڑکنے لگیں کر نہیں  
”شیرازہ کن“ دھل بھی گیا تھا فیکوں میں

ہر سمت بکھرنے لگیں وجدان کی کر نہیں  
کر نوں سے رکھلے رنگ تو رنگوں سے گلستاں  
بیدار ہوئی خواب سے خوشبوئے رگِ گل  
خوشبو سے نہکنے لگا داماں بیاباں،

داماں بیاباں میں نہاں سینہ بر قاب  
بر قاب کے سینے میں تلاطم بھی شرر بھی  
اعجازِ لبِ کن سے ہوئے خلق بیک وقت  
صحرا بھی، سمندر بھی، کہستاں بھی، شجر بھی

پھر حدتِ تخلیق کی شدت سے بگھل کر  
جاگے کسی طوفان، تہہ سینہ برفاب  
ہر موج تھی پروردہٗ آغوشِ تلاطم!  
ہر قطرہ کا دل، صورتِ بے خوابی سیما

شانوں پہ اٹھائے ہوئے بارِ کفِ سیلاب  
بے سمت بھٹکنے لگیں منہ زور ہواؤں  
منہ زور ہواؤں کے پھیڑوں کی دھک سے  
دل بن کے دھڑکنے لگیں بے رنگ فضا میں

بے رنگ فضاؤں کے تحریر کی کسک میں  
پہناں تھے شب و روز سے آلود زمانے  
بے انت زمانوں کے اُفت تھے نہ حدیں تھیں  
آخر دیا ترتیب انہیں دستِ قضا نے

پھر چشمتِ تحیر نے یہ سوچا کہ فضا میں  
شادابی گھزارِ طرب، کس کے لیے ہے؟  
یہ کون ہوا باعثِ تخلیقِ دو عالم!  
یہ ارض و سما کیوں ہیں، یہ سب کس کے لیے ہے؟

تزیینِ مہ و انجمِ افلاک کا باعث  
ہے کون؟ جو خلوت کے جبابوں میں چھپا ہے؟  
تخلیقِ رگ و ریشہ کونین کا مقصد!  
ہے کیا؟ جو سرِ لوحِ شب روز لکھا ہے؟

ہے کس کے لیے عشوہ بقیسِ تصور  
یہ غمزہ رخسارِ جہاں کس کے لیے ہے؟  
آرٹشِ خال و خدِ ہستی کا سبب کون؟  
یہ انجمن کون و مکاں کس کے لیے ہے؟

پھر ریشم انوار کا طبوس پہن کر  
ظاہر ہوا اک پیکر صد رنگ بصد ناز  
نکھرے کئی نکھرے ہوئے رنگوں کے مناظر  
فطرت کی تجلی ہوئی آمادۂ اعجاز

وہ پیکر تقدیس وہ سرمایہ تخلیق  
وہ قبلہ جاں مقصدِ تخلیق دو عالم  
وہ جدان کا معیار، مہ و مہر کا محور  
وہ قافلہ سالارِ مزاج بنی آدم

وہ منزلِ اربابِ نظر، فکر کی تجسیم  
وہ کعبۂ تفتیرِ دو عالم، رخِ احساس  
وہ بزمِ شب و روز کا سلطانِ معظم  
وہ رونقِ رخسارِ فیروزہ و الماس

وہ شعلگیِ شمعِ حرم، تابشِ خورشید  
 وہ آئینہٴ حُسنِ رُخِ اَرْض و سَمَوات  
 وہ، جس سے رواں موجِ تبسم کی سبیلیں  
 وہ جس کے تکلم کی دھنک چشمہٴ آیات

وہ جس کا ثنا خواں دلِ فطرت کا تکلم!  
 ہستی کے مناظر، نجمِ ابرو کے اشائے  
 آفاق ہیں دامن کی صباحتِ پُصدُق  
 قدموں کے نشاںِ ٹھونڈے پھرتے ہیں ستارے

اُس رحمتِ عالم کا قصیدہ کہوں کیسے؟  
 جو مہرِ عنایات بھی ہو، ابرِ کرم بھی  
 کیا اُس کے لیے نذر کروں جس کی ثنا میں  
 سجدے میں ہوں الفاظ بھی سطر میں بھی قلم بھی!

چہرہ ہے کہ انوارِ دو عالم کا صحیفہ  
آنکھیں ہیں کہ بحیرینِ تقدس کے نگین ہیں  
ما تھا ہے، کہ وحدت کی تجلی کا ورق ہے  
عارض ہیں کہ ”والفجر“ کی آیت کے امیں ہیں

گیسو ہیں کہ ”واللیل“ کے بکھرے ہوئے سائے  
ابر و ہیں کہ قوسینِ شبِ قدر کھلے ہیں  
گر دن ہے کہ بر فسر قِ زیم اوجِ ثریا  
لب، صورتِ باقوت شعاہوں میں ڈھلے ہیں

قد ہے کہ نبوت کے خد و خال کا معیار  
باز و ہیں کہ توحید کی عظمت کے علم ہیں  
سینہ ہے کہ رمزِ دل ہستی کا خزینہ  
پلکیں ہیں کہ الفنا ظرِ رخ لوحِ قلم ہیں



باتیں ہیں کہ طوبیٰ کی چٹکتی ہوئی کلیاں  
لہجہ ہے کہ یزداں کی زباں بول رہی ہے  
خطبے ہیں کہ ساون کے اُمنڈے تہوے دریا  
قرأت ہے کہ اسرارِ جہاں کھول رہی ہے

یہ دانت، یہ شیرازہ شبنم کے تراشے  
یا قوت کی واوی میں دمکتے ہوئے ہیرے  
شہ مندرۂ تاب لب و دندانِ پمیبہ  
حرفے بہ شن خوانی و خامہ بہ صریحے

یہ موجِ تبسم ہے کہ رنگوں کی دھنک ہے  
یہ عکسِ متانت ہے کہ ٹھہرا ہوا موسم  
یہ شکر کے سجدے ہیں کہ آیات کی تنزیل  
یہ آنکھیں آنسو ہیں کہ الہام کی رِمِ جھم

یہ ہاتھ یہ کونین کی تفتیر کے اوراق  
یہ نخط، یہ حد و خال رُخِ مصحفِ انجیل  
یہ پاؤں یہ مہتاب کی کمرہوں کے معاہدہ  
یہ نقشِ قدم، بوسہ گہِ زلفِ زہرِ جبریل

یہ رفعتِ دستار ہے یا اوجِ تخیل!  
یہ بندِ قب ہے کہ کثافتِ گلِ ناہیب  
یہ سایہِ داماں ہے کہ پھیلا ہو ابادل  
یہ صبحِ گریباں ہے کہ خمیازہِ خورشید

یہ دوشِ پہ چادر ہے کہ بخشش کی گھٹا ہے  
یہ مہرِ نبوت ہے کہ نقشِ دلِ مہتاب  
رخسار کی ضو ہے کہ نمِ صبحِ ازل کی  
آنکھوں کی ملاحظت ہے کہ رُوئے شہِ کمِ خواب

ہر نقشِ بدن اتنا مناسب ہے کہ جیسے  
تزیینِ شب و روز کہ تمثیلِ مہ و سال  
لبوسِ کہن یوں شکن آلود ہے جیسے  
ترتیب سے پہلے رُخ ہستی کے خد و خال

رُخا میں افلاک کی گردش کا تصوّر  
کردار میں شامل بنی ہاشم کی آنا ہے  
گفتار میں قرآن کی صداقت کا تیقن  
معیار میں گردوں کی بلندی کفِ پایہ

وہ فکر کہ خود عقلِ بشر سرِ بگریاں  
وہ فکر کہ ٹھوکر میں ہے دنیا کی بلندی  
وہ شکر کہ خالق بھی ترے شکر کا ممنون  
وہ حُسن کہ یوسفؑ بھی کرے آئینہ بندی

وہ علم کہ قرآن کا ترمی عبرت کا قصیدہ  
وہ حلم کہ دشمن کو بھی اُمیدِ کرم ہے  
وہ صبر کہ شبیرِ ترمی شاخِ ثمر دار  
وہ ضبط کہ جس ضبط میں عرفان اُمم ہے

”اُدو رنگِ سلیمان“ ترمی نعلینِ کاحت کہ  
”اعجازِ مسیحا“ ترمی بکھری ہوئی خوشبو  
”حسنِ یدِ بریضا“ ترمی دہلیز کی خیرات  
کونین کی سچ و سچ ترمی آرائشِ گیسو

سرچشمہ کوثر ترے سینے کا پسینہ  
سایہ ترمی دیوار کا معیارِ ارم ہے  
ذرے ترمی گلیں کے مہ و انجمِ افلاک  
”سورج“ ترے رہوار کا اک نقشِ قدم ہے

دنیا کے سلاطین، تم سے جا رُوب کشوں میں  
عالم کے سکندر، تری چوکھٹ کے بھکاری  
گر دُوں کی بلندی، تری پاپوش کی پستی  
بجریل کے شہپر تم سے بچوں کی سواری

دھرتی کے ذوی العیال، تم سے حاشیہ بڑا  
فردوس کی حوریں، تری بیٹی کی کنیزیا  
کوثر ہو، گلستانِ ارم ہو کہ وہ طوبی  
لگتی ہیں تم سے شہر کی بکھری ہوئی چیزیا

ظاہر ہو تو ہر برگِ گلِ تتر تری خوشبو  
غائب ہو تو دنیا کو سراپا نہیں ملتا  
وہ اسم، کہ جس اسم کو لبِ چوم لیں ہر با  
وہ جسم کہ سورج کو بھی سایہ نہیں ملتا

احساس کے شعلوں میں گچھلتا ہوا سوچ  
انفاس کی شبنم میں ٹھٹھرتی ہوئی خوشبو  
الہام کی بارش میں یہ بھیکے ہوئے الفاظ  
اندازِ نگارش میں یہ حُسنِ رمِ آہو!

چیدرا ترمی ہیبت ہے تو حنین ترا حُسن  
اصحابِ رضا؟ وفادار تو نائب ترمے معصوم  
سلمیٰ ترمی عصمت ہے، خدیجہ ترمی توقیر  
زہرا ترمی قسمت ہے تو زینب ترا مقسوم

کس رنگ سے ترتیب تجھے دیجیے مولا؟  
تنویر، کہ تصویر، تصور کہ مصوّر؟  
کس نام سے امداد طلب کیجیے تجھ سے  
یسین کہ طا، کہ مڑمیل کہ مُدثر؟

پیدا تری خاطر ہوئے اطرافِ دو عالم  
کوئین کی وسعت کافوں تیرے لیے ہے  
ہر بحر کی موجوں میں تلاطم تری خاطر  
ہر جھیل کے سینے میں سکوں تیرے لیے ہے

ہر پھول کی خوشبو تیرے دامن سے ہے فسوس  
ہر غار میں چاہت کی کھٹک تیرے لیے ہے  
ہر دشت و بیاباں کی خموشی میں ترا را از  
ہر شاخ میں زلفوں سی لٹک تیرے لیے ہے

» دن « تیری صبا حسیٰ تو شب تیری ملاحت  
گل تیرا بستم ہے، تارے ترے آنسو!  
آغازِ بہاراں تری انگڑائی کی تصویر  
دلدار ہی باراں ترے بھیکے ہوئے گیسو

کسار کے جھرنے، ترے ماتھے کی شعایں  
یہ قوسِ قزح، عارضِ رنگیں کی شکن ہے  
”یہ کاکشاں“، دُھول ہے نقشِ کفِ پاکی  
ثعلبیں ترا صدقہٴ انوارِ بدن ہے

ہر شہر کی رونقِ ترے رستے کی جہی دُھول  
ہر بن کی اُداسی، تری آہٹ کی تھکن ہے  
جنگل کی فضا تیری منانت کی علامت  
بستی کی پھین تیرے تبسم کی کرن ہے

میدانِ ترے بوذر کی حکومتِ کجے مضافات  
کسار ترے قنبر و سلماں کے بسیرے  
صحرا، ترے حبشی کی محبت کے مہضے!  
گلزار ترے تبسم و مقداد کے ڈیرے



کیا ذہن میں آئے کہ تو اُتر اُتھا کہاں سے؟  
 کیا کوئی بتائے تری سرحد ہے کہاں تک؟  
 پہنچی ہے جہاں پر تری نعلین کی مٹی  
 خاکسترِ جبریل بھی پہنچے نہ وہاں تک

سوچیں تو خدائی تری مرہونِ تصور  
 دیکھیں تو خدائی سے ہر اندازِ جد ہے  
 یہ کام بشر کا ہے نہ جبریل کے بس میں  
 تو خود ہی بتائے میرے مولا کہ تو کیا ہے؟

کہنے کو تو بلبو بس بشر اور ہڈ کے آیا  
 لیکن ترے احکامِ فلک پر بھی چلے ہیں  
 انگلی کا اشارہ تھا کہ تقدیر کی ضربت  
 مناب کے ٹکڑے تری جھولی میں گرے ہیں

کہنے کو تو بستر بھی میستر نہ بھت تجھ کو  
لیکن تری دہلیز پہ اترے ہیں ستارے  
ابنوہ ملائک نے ہمیشہ تری خاطر  
پلکوں سے ترے شہر کے رستے بھی سنوائے

کہنے کو تو اُمّی تھا لقب دہر میں تیرا  
لیکن تو معارف کا گلستاں نطنہ آیا  
اک تو ہی نہیں صاحب آیاتِ سمادات  
ہر فرد ترا وارثِ قرآنِ نطنہ آیا

کہنے کو تو فاقوں پہ بھی گزریں تری راتیں  
اسلام مگر اب بھی نمک خوار ہے تیرا  
تُو نے ہی سکھائی ہے تمیزِ من ویزداں  
انسان کی گردن پہ سدا بار ہے تیرا

کہنے کو ترے سر پہ ہے دستارِ قیمتی  
لیکن تو زمانے کے یتیموں کا سہارا  
کہنے کو ترا فقر ترے فخر کا باعث  
لیکن تو سخاوت کے سمندر کا کینارا

کہنے کو تو ہجرت بھی گوارا تجھے لیکن  
عالم کا دھڑکتا ہوا دل تیرا مکاں ہے  
کہنے کو تو مسکن تھا ترا داشت میں لیکن  
ہر ذرہ تری بخششِ سہیم کا نشاں ہے

کہنے کو تو اک "غارِ حرا" میں تیری مسند  
لیکن یہ فلک بھی تری نظروں میں کفِ خاک  
کہنے کو تو "خاموش" مگر جنبشِ لب سے  
دامانِ عرب گرد، گریبانِ محبم چاک

اے فکرِ مکمل، رُخِ فطرت، لبِ عالم  
اے ہادیِ کل، ختمِ رسل، رحمتِ پیہم  
اے واقفِ معراجِ بشر، وارثِ کونین  
اے مقصدِ تحلیقِ زماں، حُسنِ مجسم

نسلِ بنی آدم کے حسین قافلہ سالار  
ابوہ ملائک کے لیے طسّٰ اللہی!  
پیغمبرِ فردوسِ بریں، ساتیِ کوثر  
اے منزلِ ادراک، دلِ دیدہ پناہی

اے باعثِ آئینِ شبِ روزِ خلّاق  
اے حلقہٴ ارواحِ مقدّس کے پیمبر  
اے ناجورِ بزعمِ شریعت، مرے آقا  
اے عارفِ معراجِ بشر، صاحبِ منبر

اے سید و سرخیل و سرافراز و سخن ساز  
اے صادق و سجاد و سخی، صاحبِ اسرار  
اے فکرِ جہاں زیبِ جہاں گیر و جہاں تاب  
اے فقرِ جہاں سوز و جہاں ساز و جہاں دار

اے صابر و صنّاع و صمیم و صفِ اوصاف  
اے سرورِ کونین و سمیعِ بیمِ اصوات  
میزانِ آنا، مکتبِ پندارِ تیقن!  
اعزازِ خودی، مصدرِ صدرِ رشد و ہدایات

اے شاکر و مشکور و شکیلِ شبِ عالم  
اے ناصر و منصور و نصیرِ دلِ انسان  
اے شاہد و مشہود و شہیدِ رخِ توجید  
اے ناظر و منظور و نظیرِ لبِ یزدال

اے یوسف و یعقوب کی اُمید کا محور  
اے باپِ مناجاتِ دلِ یونس و ادریسؑ  
اے توح کی کشتی کے لیے ساحلِ تسکین  
اے قبلہِ حاجاتِ سلیمانؑ شہِ بلقیس

اے والیِ یثرب مری فریاد بھی سُن لے  
اے وارثِ کونین میں کب کھول رہا ہوں  
زخمی ہے زباںِ خامہ دلِ خون میں تر ہے  
شاعر ہوں مگر دیکھ میں سچ بول رہا ہوں

تُو نے تو مجھے اپنے معارف سے نوازا  
لیکن میں ابھی خود سے شناسا بھی نہیں ہوں  
تُو نے تو عطا کی تھی مجھے دولتِ عرفاں  
لیکن میں جہالت کے اندھیروں میں گھرا ہوں

بخشش کا سمندر تھا ترا لطف و کرم بھی  
 لیکن میں تیرا لطف و کرم بھول چکا ہوں  
 بکھری ہے کچھ ایسے شب تیرہ کی سیاہی  
 میں شعلگی شمعِ حرم بھول چکا ہوں

تُو نے تو مجھے کفن کی پستی سے نکالا  
 میں پھر بھی رہا قامتِ الحاد کا پابند  
 تُو نے تو مرے زخم کو شبنم کی زباں دی  
 میں پھر بھی تڑپتا ہی رہا صورتِ اسپند

تُو نے تو مجھے نکتہٴ شیریں بھی بتایا  
 میں پھر بھی رہا معتقدِ تلخِ کلامی  
 تُو نے تو مرادِ اریغ جہیں دھو بھی دیا تھا  
 میں پھر بھی رہا صید و ثنا خوانِ غلامی

تُو نے تو مُسَلِّط کیا اَفلاک پر مجھ کو  
میں پھر بھی رہا خاک کے ذروں کا چُجاری  
تُو نے تو سائے بھی سچھا ور کیے مجھ پر  
میں پھر بھی رہا تیرگی شب کا شکاری

تُو نے تو مجھے درس مساوات دیا بھتا  
میں پھر بھی من و تُو کے مراحل میں رہا ہوں  
تُو نے تو جُدا کر کے دکھایا حق و باطل  
میں پھر بھی تمیز حق و باطل میں رہا ہوں

تُو نے تو کہا تھا کہ زمیں سب کے لیے ہے  
میں نے کئی خِطوں میں اسے بانٹ دیا ہے  
تُو نے جسے ٹھوکر کے بھی قابل نہیں سمجھا  
میں نے اُسی کنگرے کو گُردمان لیا ہے



تُو نے تو کہا تھا کہ زمانے کا خداوند  
انساں کے خیالوں میں کبھی آ نہیں سکتا  
لیکن میں جہالت کے سبب صرف یہ سمجھا  
وہ کیسا خدا؟ جس کو بشر پا نہیں سکتا

تُو نے تو کہا تھا کہ وہ اُونچا ہے خرد سے  
میں نے یہی چاہا اُتر آئے وہ حسد میں  
تُو نے تو کہا تھا کہ ”اُحد“ ہے وہ ازل سے  
میں نے اُسے ڈھونڈا ہے سدا حسد و عدو میں

اب یہ ہے کہ دنیا ہے مری تیرہ تاریخ  
سایہ عنیم دوراں کا محیطِ دل و جاں ہے  
ہر لمحہ اُداسی کے تصرف میں ہے احساس  
تا حدِ نظر خوفِ مسلسل کا دھواں ہے

صحرا لے غم و یاس میں پھیلی ہے کڑھی دھوپ  
 کچھ لمس کفنِ موجِ صبا تک نہیں ملتا  
 بے آنت سراپوں میں کہاں جادہ منزل؟  
 اپنا ہی نشانِ کفنِ پاتا تک نہیں ملتا

اعصاب شکستہ ہیں تو چھلنی ہیں نگاہیں  
 احساسِ بہاراں نہ غمِ فصلِ خزاں ہے  
 آندھی کی ہتھیلی پہ ہے جگنو کی طرح دل  
 شعلوں کے تصرف میں رگِ غنچہ جہاں ہے

ہر سمت ہے رنج و غم و آلام کی بارش  
 سینے میں ہر اک سانس بھی نیڑے کی آتی ہے  
 اب آنکھ کا آئینہ سنبھالوں میں کہاں تک  
 جو اشک بھی بہتا ہے وہ پیرے کی کنی ہے

اجاب بھی اعداد کی طرح تیر بکف ہیں ،  
اب موت بھگتی ہے صفِ چارہ گراں میں  
سفسان ہے مقتل کی طرح شہرِ تصوّر  
سہمی ہوئی رہتی ہے فغاں، نیمہ جاں میں

—

○

ہمیتِ ”نادِ علیؑ“ میں یہ قرینہ دیکھا  
رقص کرتا ہوا خشکی پہ سفینہ دیکھا  
جب بھی مشکل میں لیا نامِ علیؑ گھبرا کر  
میں نے مشکل کی جبین پر بھی پسینہ دیکھا

## المدد ومصطفیٰ، المدد ومصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جل رہے ہیں بدن درد کی دھوپ میں

زندگی ڈھل گئی زخم کے روپ میں

دل میں کہرام ہے

تیرگی عام ہے

اک نگاہِ کرم اے حبیبِ خدا!

المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ!!

ہر نفسِ نوح اُگلنے لگا ہے بشر  
اب تو مٹنے لگا فرقِ شام و سحر  
ہم تکھ مجبور ہے  
رہگزر دُور ہے

بے خبر ہے نظر، بے اثر ہے دعا  
المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ

جو فصلِ خنزاں ہے چمنِ تاجین  
زیرِ دستِ اجل، زندگی کی کرن  
از کراں تا کراں!  
بس دھواں ہی دُھواں

از اُفق تا اُفق رنج و غم کی گھٹا!  
المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ!

لوگ یوں ٹھو ہیں فکرِ دستار میں  
جیسے حنامی نہ کوئی کردار میں  
آسماں زرد ہے  
گرد ہی گرد ہے  
آدمیت ہے مصرفِ آہ و بخت  
آمد مصطفیٰ، آمد مصطفیٰ

امن انسانیت پھر سے مفقود ہے  
فکر کا آئینہ زنگ آلود ہے  
جسم سے رُوح تک  
بیم و نزر کی دھنک  
چاک درچاک ہے اہلِ دل کی قب  
آمد مصطفیٰ، آمد مصطفیٰ

پھر سے ادھام دل کو ہمیں گھیرے ہوئے  
شہر والوں کے جنگل بسیرے ہوئے  
تیرے دریوزہ گم  
دردِ بدر، دردِ بدر  
کون زندہ کرے رسمِ جو د و عطا؟  
المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ

کافروں کا ستم پھر ترے دین پر؟  
ظلم کے سائے، ارضِ فلسطین پر  
سرزمینِ عجم!  
وقفِ رنج و الم  
خون سے گلبدنِ خطہ نینوا؟  
المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ

خوابِ منزل میں کیوں قافلے سو گئے؟  
 تیرے مقداد و میثم کہاں کھو گئے  
 کیا ہوئے وہ جبری  
 فقر کے جوہری  
 مضمحل ہیں رتیں، ماتمی ہے فضا  
 المددِ مصطفیٰ، المددِ مصطفیٰ

پھر گدازِ ابو ذر عطا کر ہمیں  
 مثلِ سلمان شعلہ نوا کر ہمیں  
 درد کی رات میں  
 غم کی برسات میں  
 ہم فقیروں کو بھی مسکرا سکا  
 المددِ مصطفیٰ، المددِ مصطفیٰ



تُو ہے سلطانِ جاگیرِ شمس و قمر

تُو ہے شہزادۂ وسعتِ بحر و بر

اے حکیمِ عرب

تُو ہے قرآنِ بے لب

مقصدِ امرِ کن، وارثِ "ہن ائی"

آمدِ مصطفیٰ، آمدِ مصطفیٰ

## گوہر گنجِ حرم

ہر سُورواں ہوائے نمارِ طرب ہے آج  
جبابِ قبول، وا ہے، مرادوں کی شب ہے آج  
دل میں خوشی، سرورِ نظر میں عجب ہے آج  
ساتی مجھے نہ چھیڑ کہ ”بتیرہ“<sup>۱۳</sup> رجب ہے آج  
رنج سے نقاب اٹھا کے نویدِ ظہور دے  
حاضر ہے دل کا جام، شرابِ ظہور دے

وہ مئے پلا کہ جس سے طبیعت ہری رہے  
 نسّ نسّ میں ”اتّماً“ کی صبوحی بھری رہے  
 قائم سدا جہاں میں تری و لبسری رہے  
 آنکھوں کے سامنے یہ صراحی دھری رہے  
 جو بادہ کش و لاکا نشہ کل پہ ٹال دے  
 وللّٰہ اپنی بزم سے اُس کو نکال دے

وہ مئے پلا کہ جس میں نبوت کی بُو رے  
 جس کے نشے میں حسنِ امامت کی خُو رے  
 ”آدم“ کو جس سے کھوئی ہوئی ابرو دے  
 میں بھی پیوں تو مجھ کو حنار و بر و رے  
 وہ مئے کہ جس میں صبحِ ازل کا سُر رہو  
 وہ مئے کہ جس میں آلِ محمدؐ کا نور رہو

وہ مے جو مصطفیٰؐ نے "کساء" میں چھپا کے پی  
 اور فاطمہؑ نے اپنی حیا میں بلا کے پی  
 حنینؑ و مرتضیٰؑ نے جو محفل سجا کے پی  
 جبریل نے فلک سے زمیں پر جو آ کے پی  
 جس کا نشہ نجات کا سامان ہو گیا  
 سلمان پی کے فخر سیماں ہو گیا

جیسے نے پی تو اس کو مسیحائی مل گئی  
 موسیٰ کو اپنے رب کی شناسائی مل گئی  
 داؤد کو بھی طاقت گویائی مل گئی  
 یعقوب نے جو پی اُسے بینائی مل گئی  
 وہ مے کہ جس کا کیف دلوں میں اُتر گیا  
 یوسف نے پی تو چاند سا مکھڑا نکھر گیا

قیمت میں غلہ سے بھی جو برتر ہے وہ شراب  
 جس کا نشہ نماز سے بہتر ہے وہ شراب  
 جو غاڑہ خیالِ پیمید ہے وہ شراب  
 جو مدعائے قنبر و بوذر ہے وہ شراب  
 جس کا سرور فکرِ بشر کا غور ہے  
 جس کے نشے کی موج سیر کوہِ طور ہے

وہ مے کہ جس سے دل کو شعورِ بشر ملے  
 جس کے بس ایک گھونٹِ جنت میں گھر ملے  
 جس کے نشے میں شہرِ نبوت کا در ملے  
 جس کے سبب دلوں کی دعا کو اثر ملے  
 اک رند کائنات میں بیباک ہو گیا  
 بہلول پی کے صاحبِ ادراک ہو گیا

وہ مے پلا کہ ٹوٹ کے جس پر ملک پڑیں  
 جس کے نقشے کے رنگ اڑیں عرش تک پڑیں  
 رندوں پہ اولیاء کے زمانے کو شک پڑیں  
 کم ظرف میکشوں کے بھی سانغ چھلک پڑیں  
 کنکر پہ جس کی چھینٹ بھی پڑ جائے ”وہ“ کہے  
 وہ مے جو عاصیوں کو بھی اک پل میں ”وہ“ کہے

جس کا سرورِ ضامنِ جنت ہے وہ شراب  
 جو واقفِ مزاجِ شریعت ہے وہ شراب  
 جو رمزِ ”قُلْ كَفًا“ کی حقیقت ہے وہ شراب  
 جس کا خمّارِ اجرِ رسالت ہے وہ شراب  
 ایسی پلا کہ سارا جہاں ڈولنے لگے  
 نوکِ سماں پہ جس کا نشہ بولنے لگے

جس کی نظیر مل نہ سکے شش جہات میں  
 تیرے سوا کہیں نہ ملے کائنات میں  
 بھر دے ابد کا رنگ بشر کی حیات میں  
 وہ مے جو آفتاب اُگلتی ہے رات میں  
 وہ مے جو ہے غلافِ حرم میں چھنی ہوئی  
 جو عرش پر ہے دستِ خدا سے بنی ہوئی

زندوں کو آج ضد ہے نری دلبری کھلے  
 راز جنون و غایتِ شعلہ سہری کھلے  
 یہ کیا کہ میکدے کا فسوں سرسری کھلے؟  
 اک ”در“ نہ کھول، آج تو ”بارہ ذری“ کھلے

”پچھٹ نہ دے کہ زندیہ خلد و عدن کے ہیں  
 ادنیٰ سے ہیں عن سلام مگر نچتین کے ہیں

میں چاہتا ہوں آج تیا ہستام ہو!  
 ”یلین“ کی شراب ہو، ”طلہ“ کا جام ہو  
 پھوٹے سحر دلوں میں تو آنکھوں میں شام ہو  
 ہر رند کے لبوں پہ حسد کا کلام ہو  
 ہر دل سے آج بغض کا ٹٹا نکال دے  
 دنیا کی خواہشوں کو جہنم میں ڈال دے

ساغر میں ”ھلّ آتی“ کی کیرن گھول کر پلا  
 سر پہ لوائے محمد حسد اکھول کر پلا  
 چپ چپ سا کیوں ہے آج تو تہنس بول کر پلا  
 رندوں کا ظرف پوری طرح تول کر پلا  
 ساغر میں آج اتنی مقدس شراب ہو  
 پی لیں گنہگار توجج کا ثواب ہو



ساغر اُکھٹا کہ چھپائی گھٹا جھوم جھوم کہ  
 آئی ہو انجف کے دریاچوں کو چوم کہ  
 ساقی، حسینم دل میں منور نجوم کہ  
 رندوں کو واقف در باب علوم کہ  
 ہم کو پلا وہی جو "ولا" کی شراب ہو  
 وہ مے جو اولیاء کے لیے انتخاب ہو

کھول ایسا میکہ جو حرم سے بھی کم نہ ہو  
 جس کی حدوں پہ بندش لوح و قلم نہ ہو  
 جس کی فضا میں کوئی فسوں محترم نہ ہو  
 ساغر تڑاب کا ہو، کوئی جامِ جہم نہ ہو  
 ہمراہ تو رہے تو کوئی رنج و غم نہیں  
 ورنہ ترے فقیر، سکندر سے کم نہیں

ساقی تو مل گیا تو غمِ جاں کی رُستِ طلی  
 غنچے نکھر گئے تو چھٹکنے لگی کلی !  
 مہکی ہوئی ہے شہرِ تصور کی ہر گلی  
 وہ دیکھ، سچ رہا ہے زچہ حنا نہ علیؑ  
 مشغولِ رقص و نغمہ بہ لبِ جبرئیل ہیں  
 مصروفِ استقامِ ذریعہٴ خلیل ہیں

خوروں کے گیسوؤں سے مصدقے بنے ہوئے  
 پھراں پہ کمکشاں کے سارے چمچے ہوئے  
 سورج درود میں وہ ملک سر دھنے ہوئے  
 پہلے نہیں یہ گیت کسی کے سنے ہوئے  
 رتبہ ملا وہ محفلِ سدرہٴ حبیبین کو  
 جھک جھک کے آسمان نے دیکھا زمین کو

آدم بچھا رہا ہے دُعاؤں کی چاندنی  
 ایوبؑ اپنے صبر سے کرتا ہے روشنی  
 ہے آبدار فُوحِ آسا انسان کا بجی  
 آیا ہے خضرؑ ساتھ لیے خمسِ زندگی  
 یعقوبؑ بھی ہے آنکھ کی مستی لیے ہوئے  
 یوسفؑ ہے ساتھ مشعلِ ہستی لیے ہوئے

ہر شور دائے ابرِ کرم سے تنہی ہوئی  
 ذروں کی آفتابِ فلک سے ٹھنی ہوئی  
 شبنم برس رہی ہے شفق میں چھنی ہوئی  
 مکہ کی سرزمین ہے معشائی بنی ہوئی  
 آئی ہے کون دیکھنے اس اہتمام کو  
 جھکنے لگی ہیں مریمؑ و سواؑ سلام کو

آتے ہیں بہر دیدِ خدائی کے انبیاء  
اول ابوالعشرؑ ہیں تو آخسر میں مصطفیٰؐ  
اس سمت انبیاء ہیں تو اس سمت اولیاء  
دونوں کے درمیان ہے عمراں کا قافلہ  
بلیقنس، اک طرف ہو، سیمانِ خیال کہ  
بنتِ آسہ چلی ہے ردا کو سنبھال کہ

وہ انبیاء کا قافلہ اک دم ٹھہر گیا  
پہر سو ہے شور سگمہا، وِرد مر جا  
سب سے الگ کھڑے ہیں وہ چپ چپ سے مصطفیٰؐ  
”بنتِ آسہ“ چلی ہے سوئے خانہ خدا  
ساعت یہی ہے شاہدِ سخی کے شہود کی  
ذروں سے آرسی ہیں صدائیں وِرد کی

لیکن درِ حرم تو مقفل ہے اس گھنٹری  
 بنستِ آسیدیہ دیکھ کے واپس پلٹ پڑی  
 نازل ہوئی خلک سے وہ الہام کی لڑی  
 آئی صدا ”نہ جاگلِ عصمت کی پینکھڑی  
 دیوار ”در“ بنے کہ زمانے میں مضموم ہو  
 ظاہر کساں ماورِ بابِ علوم ہو

ساتی نہ چھیڑ، ہے یہی آغازِ امتحان  
 دھڑکن زمیں کی چھپے تو ساکت ہیں سماں  
 خاموش، اے قیامت ہنگامہ جہاں !  
 کعبے میں جا رہی ہے وہ اک بیتِ نیکن کی ما  
 قرآنِ بندگی کی تلاوت کا وقت ہے  
 جاگو طلوعِ شمسِ امامت کا وقت ہے

جاگ اے ضمیر جاگ کہ جاگے ہیں تیرے بھاگ  
تارِ نفس کو چھیر کے چھیڑا ہوانے راگ !  
خوش ہو گئی زمیں کہ اُسے مل گیا سہاگ  
ساقی شراب لاکہ تجھے تشنگی کی آگ  
ظلماتِ دو جہاں کی ردا چاک ہو گئی  
نازل ہوئے علیؑ تو فضا پاک ہو گئی

بنتِ آس کی گود سے ابھرا اک آفتاب  
ہاں اے تراب، تجھ کو مبارک ہو بو تراب  
کوثر، چھلک ذرا، ترا ساقی ہے لاجواب  
بٹھا کی سر زمین !، سلامت یہ انقلاب  
عمرانؑ جھومتے ہیں کہ زہرہ جبین تو ہے  
اب خوش ہیں مصطفیٰؐ کہ کوئی جانشین تو ہے

آدم ہے عوش کہ اُس کی دعا کا اثر بلا  
 جیسی ہے رقص میں کہ کوئی چارہ گر بلا  
 ایوبؑ کو بھی صبر کا شیریں ثمر بلا  
 یوسفؑ کو اپنے جن کا پیغام نہر بلا  
 مسرور ہے فضا، کوئی محشر بپا نہ ہو؟  
 سہمے ہوئے ہیں بت کہ یہ بندہ خدا نہ ہو

ترتیبِ خاں و خد سے نمایاں ہے بزرگی  
 پیکر کے بانگین پہ نچھاور دلاوری  
 چہرے پہ وہ سکون کہ نازاں پہ ممبری  
 آنکھوں میں وہ غرور کہ جیراں ہے دلاوری  
 چہرہ نکھر دیا ہے نبوت کے خواب کا  
 بچپن پہ انحصار ہے حق کے شباب کا

ابرو یہ قوس قوس یہ زلفیں شکن شکن  
 عارض بہ رنگ رنگ یہ چہرہ چمن چمن  
 اعناء شفق شفق ہیں یہ آنکھیں کرن کرن  
 پلکیں یہ حروف حروف یہ تیور سخن سخن،  
 آئی ہے ایک بات ہی اب تک قیاس میں  
 خوشبو ہے دادری کی بشر کے لباس میں

آیا ہے ٹوٹ کر اس دعا اللہ پر شباب  
 صحرا کی موج موج سے ابھر اک انقلاب  
 پیدا ہوا دلوں کی تنوں میں وہ اضطراب  
 بوجہل و بولہب کا بھی زہرہ ہے آب آب  
 دیکھا وہ مرتضیٰ نے دلِ ماء و طین کو  
 بھربیل، پربہ پچھا کے بچا لے زمین کو!



ساتی شراب لاکھ طبیعت مچل گئی  
 لغزش برے شعور کی مستی میں ڈھل گئی  
 نبضِ قلم بہکنے لگی تھی، سنبھل گئی  
 رنگینیوں کو دیکھ کے نیت بدل گئی  
 آ، تجھ پہ رُمزِ رونقِ ہستی عیاں کروں  
 کچھ پی کے مدحتِ شہِ دوراں بیاں کروں

مولا علیؑ، شعورِ بشر، فکرِ ارجمند  
 ڈالی ہے جس کی سوچ نے افلاک پر کمند  
 وہ جس کا مرتبہ بنی آدم میں ہے بلند  
 چھڑکا ہے جس نے موت کچھ چہرے پہ زہر خند  
 جو نقطہٴ عروجِ منور و اصول تھا  
 بستر پہ سو گیا تو شبیہِ رسول تھا

کشور کشائے فکر، شجاعت کا بانگین  
صابر، سخی، کریم، رضا بڑوہ بت شکن  
نانِ جوین کا ناز، قناعت کی انجمن  
دل کا غرور، جرات و احساس کی پھین  
جس کا وجود قدرتِ حق کی دلیل تھا  
جس کا شعور بوسہ گہرِ جبرئیل تھا

نیچرکٹ، یقین کا پیکر وہ بوتراب  
تاریخ کی جبین پہ وہ فتحِ عبس کا باب  
سرِ حتمہ نجاتِ بشر، زُوح انقلاب  
جس کے وجود سے ہے رخِ دیں کی آبتاب  
جس کا کرم جہاں کے لیے عام ہو گیا  
خطروں کو اوڑھ کر جو سرِ شام سو گیا

وہ جس کے فرقِ نازِ پدِ کج تھا شرفِ کانا ج  
 وہ بُو تراب، شمس و قمر سے جو لے خراج  
 وہ خلق و اقدار و سخاوت کا امتزاج  
 جس نے زمیں پر رہ کے کیا آسماں پر راج  
 سلطانی بہشتِ بریں کی نوید لی !!  
 اک ضرب سے جہاں کی عبادت خرید لی !

ایسا کریم، جس کے کرم کی نہ حد ملے  
 ایسا حلیم، علم کو جس سے مدد ملے  
 ایسا سلیم، جس میں شعورِ صمد ملے  
 ایسا عظیم، جس کی ادا میں احد ملے  
 دنیا دیوں میں جس کو معنیٰ نسب ملے  
 خالق کی بارگاہ سے حیدر لقب ملے

جس نے ہوا کی زد پر منور کیے چسپداغ  
 جس نے مزاجِ عزم رسالت تھا باغ باغ  
 جس کا وجود منزلِ کونین کا سداغ  
 جس کی عطا کا نام بہشتِ دل و دماغ  
 جس کے لمبے چہرہ عالم نکھر گیا  
 جس کا ہر ایک نقش دلوں میں اتر گیا

وہ دین کی سلطنت کا اولوالعزم تاجدار  
 وہ مظہرِ حبلِ خداوندِ روزگار!  
 وہ بوریانِ نشیں وہ شہِ کھشاں سوار  
 وہ بندۂ خدا، وہ خدائی کا افتخار  
 جس کے علم کی نوکِ بلاغت کی راہ تھی  
 جس کے علم کی چھپاؤں رسالت پناہ تھی

وہ مرتضیٰؑ وہ گوہرِ کنجِ حرمِ علیؑ  
صحرائے جاں پر سایۂ ابرِ کرمِ علیؑ  
سرمایۂ حیات، انا کا بھرمِ علیؑ  
ٹھہرا نبیؑ کے بعد سدا محتسرمِ علیؑ  
مشکل میں جو خورد کے لیے کار ساز تھا  
جو لیلۃ الحسریہؑ میں وقف نماز تھا

جو شہریار شہرِ امامت ہے وہ علیؑ  
جس کا ہر ایک نقش سلامت ہے وہ علیؑ  
جو صدقِ مصطفیٰؐ کی علامت ہے وہ علیؑ  
جس کے غضب کا نام قیامت ہے وہ علیؑ  
جس نے گدا گروں کو تو نگر بسنا دیا  
بے زر کو چھو لیا تو ابو ذر بسنا دیا

اقلم حریت کا شہنشاہ بے مثال  
چہرے پر عکسِ عنازہ رعنائیِ خیال  
جس کے خرامِ ناز سے بھولیں غزال چال  
آئے جلال میں تو لگے وجہ ذوالجلال  
جاگے تو یوں کہ تمنغہِ عنبریم و جید لے  
سوئے تو کہ دگار کی مرضی خرید لے

منبر پہ شمعِ امن تو جنگاہ میں حبسری  
نازاں ہو جس کے فقر کی دولت پر سرسری  
جس کی ہراک ادا میں ہو عکسِ سمپسری  
دنیا میں بے عدیل ہو جس کی سخنوری  
وہ مردِ حق جو مستحِ بدر و حنین ہے  
ہاں وہ علیؑ جو دیں کے لیے زیبِ دین ہے

ہاں ہاں وہ مردِ حق، وہ پیمبرؐ کا چارہ ساز  
 افشا تھا انگلیوں کی طرح جس پہ دل کا راز  
 تا حشر جس کی ضرب پہ سجدے کریں گے ناز  
 وہ جس کا نام لے کے ہوئی سرِ حسرت و نماز  
 جو دینِ کبریا کے کرم کا جہان ہے  
 محرابِ معرفت میں سحر کی اذان ہے

مشکل کش، امیر، انا مست، بتِ شکن  
 جس سے فضائے دشتِ وفا ہے چمنِ حمن  
 سرمایہٴ مزاجِ منا جاست پنبخت  
 خالقِ کا معجزہ وہ حسدِ ائی کا بانگین  
 جس بندہٴ خدا کو ”نصیری“ خدا کہیں  
 اے عقل کچھ بتاؤ سے ہم لوگ کیا کہیں؟

وہ، جس کا عکس، غاۓ رخسارِ زندگی  
 جس کا عمل تھا نقطہ معیارِ زندگی  
 جس کا حشرام شعلہ رفتارِ زندگی  
 جس کا وجود مخزنِ اسرارِ زندگی  
 وہ نازِ آسماں جو رسالتِ خمیر تھا  
 جو محفلِ جہاں میں بشر کا ضمیر تھا

بڑاں کی چھوٹ جس کے حسینِ حال و خد میں ہو  
 فتحِ بیس کا راز بھی جس کی مدد میں ہو  
 جو آسرا حیات کا بدر و احد میں ہو  
 عالم کا علم جس کے ”سلوئی“ کی زد میں ہو  
 رکھتا ہو بہرِ دین جو ہتھیلی پہ جان کو  
 وہ کیوں نہ ٹھوکرول پہ گھائے جہان کو



سجدے غلام جس کے ، عبادت کنسینز ہو  
 جس کے لیے قضا و متدر گھر کی چپیز ہو  
 ایمان و کفر میں جو نشان تمیز ہو  
 خود اپنی زندگی سے جسے حق عزیز ہو  
 وہ ، جس کو اہل علم ، صداقت کا گھر کہیں  
 سب لوگ جس کو شہر نبوت کا در کہیں

ارض و سما پہ جس کی سدا حکمرانیاں  
 وہ جس کے پیچھے یہ ہوں قرباں جوانیاں  
 بکھری ہیں جس کے رُخ پہ خدا کی نشانیاں  
 جس کے قدم کی گرد بنیں کامرانیاں  
 جس کا مزاج و جبرِ عند و رِ صد بنے  
 جس کا لکھا بہشتِ بریں کی سند بنے

جو دینِ کبریا کا معتد ہے وہ علیؑ  
جو منبرِ قضا کا سخنور ہے وہ علیؑ  
جو حق کی رحمتوں کا سمندر ہے وہ علیؑ  
جو یابِ شہرِ علمِ پمیبہ ہے وہ علیؑ  
میدان میں جو بشر کو متاعِ ضمیر دے  
جھولے میں ہو تو کلمۃ اژدر کو چیر دے

کعبے سے پوچھ رتبہ کراہِ ذی حشم!  
سر عرش پر ہے، پشتِ زمانہ پہ ہیں قدم  
یا پھر غدیرِ خم سے اڑا کچھ تو کیف و کم  
پھر دیکھ بُو تراب ہے کس درجہ محترم؟  
سمٹے تو ”ب“ کے نقطے کا عکاس ہے علیؑ  
پھیلے تو تا بہ سرحد ”وَالنَّاس“ ہے علیؑ

آمر تفضیٰ کو دیکھ رکوع و سجود میں  
بے مثل و بے نظیر قیام و قعود میں  
تائیدِ حق کا عکس ہے جس کے وجود میں  
شامل ہے جس کا نام ہمیشہ درود میں  
جو دشت کو خزاں میں بہا رہیں عطا کرے  
”اندھے بھکاریوں“ کو قطاریں عطا کرے

جیدرؑ رضائے حق کی اطاعت کا نام ہے  
جیدرؑ آنا پرست شجاعت کا نام ہے  
جیدرؑ مزاجِ دیں کی شرافت کا نام ہے  
جیدرؑ ازل سے روحِ عبادت کا نام ہے  
جیدرؑ نبیؐ کا ناز ہے، حسنِ یعتین ہے  
جیدرؑ سوارِ پشتِ دلِ ماؤِ طین ہے

مکعبہ "ہے جس کی جانے ولادت وہ شیرخوار  
 "مسجد" میں پا گیا جو شہادت وہ تاجدار  
 بسترِ رسولؐ کا ہے جسے وجہِ افتخار  
 اب تک دل وجود پر ہے جس کا اقتدار  
 جس کا کرم ہی چشمہٴ آبِ حیات ہے  
 یہ کائنات جس کے بدن کی زکوٰۃ ہے

میری عقیدتوں کے لیے آستیاں علیؑ  
 وسعت میں ایک تاروں بھرا آسماں علیؑ  
 خالق کی عطمتوں کا حسین کارواں علیؑ  
 معراج میں نبیؐ کا ہوا رازداں علیؑ  
 جی چاہتا ہے بات سدا معتبر کہوں!  
 مولاؑ کے نقشِ پا کو میں شمسِ دستہ کہوں

ساتی پلا کہ جامِ ولا مختصر نہ ہو  
 جی چاہتا ہے اب یہ گھٹا مختصر نہ ہو  
 آبر و عبیر و بادِ صبا مختصر نہ ہو  
 موجِ درود و حمد و ثنا مختصر نہ ہو  
 اک جام اور دے کہ نیا طور مانگ لوں!  
 مولائے کائنات سے کچھ اور مانگ لوں

مولا، ترے مزاجِ سخاوت کی خیر ہو  
 تیری انا کی خیر، محبت کی خیر ہو  
 اے دیں کے تاجور تیری عظمت کی خیر ہو  
 تیرے شعور تیسری حکومت کی خیر ہو  
 مجھ کو شعورِ فسر کی جاگیر بخش دے  
 میری دعا کو بھی ذرا تاثیر بخش دے

ملبوسِ حروف کو نئے موسم کا رنگ دے  
 دل کی اُداسیوں کو اُنا کی تزنک دے  
 سودائے سر کو لذتِ دیدار سنگ دے  
 بے آسرا حیات کو تازہ اُمٹنگ دے  
 تصویرِ جذبِ مالکِ آشتِ دکھا بھے  
 بوڈر کی زندگی کا قرینہ سکھا بھے

زوچ بتول، اے میرے مشککشِ سلام  
 بعد از رسول، دہر کے حاجت روا، سلام  
 اے شہسوارِ آشتِ صبح و سہا، سلام  
 رمزِ آشنائے گردِ دیشِ ارض و سما، سلام  
 چاہے تو میرے لفظِ نگینوں میں ڈھال دے  
 دامن میں درنہ گردِ کعبِ پاہی ڈال دے

اے رازِ امرِ کُن کے حقیقی اَیمنِ سُن!  
اے دوشِ کائنات کے مسندِ نشینِ سُن!  
اے وارثِ نظامِ یار و یمین، سُن!  
اے محورِ شعاعِ دل مار و طین، سُن!  
اتنا سا معجزہ بھی ترے حق میں نیک ہے  
اب بھی ترا حسینِ زمانے میں ایک ہے

---



بدلی مصیبتوں کی جو چھاتی تھی چھٹ گئی!  
مشکل مری جیات کے رستے سے ہٹ گئی  
میں نے علی کا نام لیا جب جلال ہیں  
گھبرا کے میری موت بھی واپس پلٹ گئی



## علیؑ، جمالِ دو عالم

علیؑ، جمالِ دو عالم، علیؑ امامِ زمن  
علیؑ، وقارِ دل و جاں، علیؑ بہاِ رحمن  
علیؑ، عروجِ فصاحت، علیؑ مکالمِ سخن  
علیؑ، عرب کے اندھیروں میں حق کی پہلی کرن  
علیؑ ولی سے گریزاں نہ ہو خدا کے لیے  
علیؑ ترقوتِ بازو ہے مصطفیٰ کے لیے

علیؑ کا فطن، ”سَلَوْنِی“ کے آبشار کی ضو  
 علیؑ کا حسن، مہ و مہر میں حیات کی رو  
 علیؑ ہنسنے تو پھٹے دو جہاں میں صبح کی پو  
 علیؑ جو چپ ہو تو رک جائے نبضِ عالمِ نو  
 علیؑ رُکے تو نوا رحنِ مثنیٰ میں ڈھلتی ہے  
 علیؑ چلے تو زمانے کی سانس چلتی ہے

علیؑ کا فکر، شعورِ حیاتِ نو کی اساس  
 علیؑ کا فتنہ، جہاں میں تو نگہی کا لباس  
 علیؑ کا علم، دلِ آگہی، شکستِ قیاس  
 علیؑ کا حلیم، گرم گستری میں عدل شناس  
 بھٹک رہے ہو کہاں عاقبت گری کے لیے؟  
 علیؑ کا نام ہی کافی ہے رہبری کے لیے

علیؑ ضمیرِ جنوں، میرِ کاروانِ حسد و  
علیؑ شعورِ امامت، علیؑ غرورِ صمد  
علیؑ امینِ رموزِ رسولؐ و فکرِ احد  
علیؑ، دلیر، بہادر، سخی، کریم، اسد  
علیؑ کے ذکر سے جنت وصول ہوتی ہے  
بغیر اس کے دعا کب قبول ہوتی ہے

علیؑ ہے منزلِ ادراک و آگہیِ کائنات  
علیؑ ہے رونقِ ہنگامہٴ زمان و مکاں  
علیؑ کے دم سے مادِ رواں و جاں یہ جہاں  
علیؑ کے دستِ کرم کی کین کر اں بہ کراں  
اگر نجات کے طالب ہو تم ابد کے لیے  
کبھی پکار کے دیکھو اسے مدد کے لیے

(سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْهَا)  
مِلکہِ عِصْمَت

جہاں انسانیت میں توحید کا مقدس خیال زہراؑ  
شرف میں وحدتِ اداء، امامتِ جبیں، نبوتِ جمالِ ہرہرا  
ہو جس پہ نازاں دلِ مصور، وہ نقشِ حسنِ کمالِ زہرا  
خدا نے بے مثل کی خدائی میں تا ابد بے مثال زہرا

یہ شمعِ عرفانِ ایزدی ہے، یہ مرکزِ آلِ مصطفیٰ ہے  
حسن سے مہدیؑ تک امامت کے سلسلے کی یہ ابتدا ہے

یہ "ف" سے فہم بشر کا اصل "الف" سے اٹھ کر نکل کر ہے  
 یہ "ط" سے "طا" کے گھر کی رونق یہ "م" سے منزلِ محن ہے  
 یہ "ہ" سے ہر دو سرا کے سلطان کے دیں کی پڑ فوراً بجن ہے  
 یہ "ز" سے زینتِ زمیں کی "ہ" سے ہدایتوں کا ہرا چن ہے  
 یہ "ر" سے رہبرِ رہ و فاکہی "الف" سے اولِ نسب ہے اس کا  
 اسی لیے نام فاطمہ ہے جناب زہرا لقب ہے اس کا

یہ مصحفِ آلِ مصطفیٰ میں منالِ "یسین" محترم ہے  
 نہ پوچھ اس کی بلندیوں کو آسماں بھی تہہ قدم ہے  
 اسی کی جلووں سے ہے یہ دنیا اسی کی غیبتِ رخِ عدم سے  
 اسی کی چوکھٹ پہ سجدہ کرنے سے آسماں کی کمر میں خم ہے  
 کیا ہے دنوں جہاں میں حق نے کچھ اس طرح انتخاب اس کا  
 کہ مرتضیٰ کے سوا جہاں میں نہیں ہے کوئی جواب اس کا

اسی کے نقش قدم کی برکت نے ماہ و انجم کو نور بخشا  
اسی کے در کے گداگروں نے ہی آدمی کو شعور بخشا!  
اسی کی خاطر تو حق نے صحرا کو جسلوہ کوہ طور بخشا  
جو اس کا نعم لے کے مر گیا ہے، خدا نے اس کو ضرور بخشا

یہ روحِ عقل و شعور بھی ہے، دلِ فروع و اصول بھی ہے

زیں پہ ہو تو علیؑ کی زوج، فلک پہ ہو تو بتول بھی ہے

عجیب منظر ہے، صحنِ مسجد میں سب کچھ اٹھن پڑی ہوئی ہے  
یہ وہ گھڑی ہے کہ سانسِ حلقومِ زندگی میں اڑی ہوئی ہے  
تمام اصحابِ دم بخود ہیں، نظریں میں گڑھی ہوئی ہے  
ہوئی ہیں مسند نشین زہرا مگر نبوت کھڑی ہوئی ہے

عمل سے ثابت کیا پیغمبر نے جو تھا پیغامِ کبریا کا

بشر تو کیا انبیاء پر بھی احترام لازم ہے فاطمہ کا

یہ وہ کلی ہے کہ جس کی خوشبو کو سجدہ کرتی ہیں غم و بہاریں  
 یہ وہ ستارہ ہے جس سے روشن ہیں آسمانوں کی رنگبازیں  
 یہ وہ سحر ہے کہ جس کی کرنیں بھی ہیں امامت کی آبشاریں  
 یہ وہ گمراہ ہے کہ جس کا صدقہ فلک سے آ کر ملک آتاریں  
 یہ وہ ندی ہے جو آدمیت کی مملکت میں واں سُٹتی ہے  
 یہ وہ شجر ہے کہ جس کی چھاؤں میں خود شرافت جھان سڑتی ہے

جیا کی دیوی، وفا کی آیت، حجاب کی سلسبیل زہرا  
 کہیں ہے معصومیت کا ساحل، کہیں شرافت کی جھیل زہرا  
 جہانِ موجود میں بنی ہے وجودِ حق کی دلیل زہرا  
 زمانے بھر کی عدالتوں میں نسا کی پہلی وکیل زہرا  
 حضورِ زہرا، بشر سے ہٹ کے پمیروں کے سلام بھی میں  
 کہ اس کے سائے میں پلنے والے حسین جیسے امام بھی ہیں

”دیکھا میں آئی تو پختہ کے شرف کی پہچان بن گئی ہے  
 ”نسا میں بیٹھی تو تربیت گاہ دین و ایمان بن گئی ہے  
 سمٹ کے دیکھا تو ب کے نقطے کی زیر کی شان بن گئی ہے  
 بکھر کے سوچا تو خاطر خود تمام قرآن بن گئی ہے

جہاں ہیں رمز شعور و وحدت کی عارفہ ہے ایسے ہے زہرا  
 ”مباہلہ“ کی صفوں میں دیکھو تو دیں کی فتح ہمیں ہے زہرا

نبی کے دیں! تیری کشتِ دیراں پہلے ابرو اں ہے زہرا  
 مزاجِ آدم تری زمیں پر بصورتِ آسمان ہے زہرا  
 علی کے گھر سے خدا کے گھر تک شعور کی کمکشاں ہے زہرا  
 بنوؤں و مریم میں کسی نسبت کہاں ہے مریم کہاں ہے زہرا  
 جنابِ مریم کہاں کہ زہرا تو انبیاء سے بھی بڑھ گئی ہے  
 کہ اُس کا بیٹا تو اس کے لختِ جگر کا بے لوث مقتدی ہے



اسی کے بچے بہتر سکھاتے ہیں دُہر کو کیا گری کا  
 اسی نے اپنے گد اگروں کو مزاج بخشا ہے افسری کا  
 اسی کا گھر مخزنِ ہدایت یہی ہے محورِ پیمبری کا  
 اسی کے نقشِ قدم کی مٹی سے رازِ مٹا ہے بُوزری کا  
 اسی کی خوشبو کا نام جنت ہے گنگناتی ہوا سے پوچھو  
 جنابِ زہرا کے مرتبے کو نصیرِ یوں کے خدا سے پوچھو

یہ ایسی مشعل ہے جس کی کرنوں سے آگہی کے اُصول چمکے  
 اسی کے دم سے زمانے بھر کی جہیں پہ نامِ رسول چمکے  
 بنجومِ کرنوں کی بھیک مانگیں جو اس کے قدموں کی دھول چمکے  
 کہاں یہ ممکن ہے چاندِ شب کو بغیر اذانِ بتول مچمکے؟  
 جو مجھ سے پوچھو تو عرض کر دوں قیاسِ آرائیاں غلط ہیں  
 یہ چاند میں داغ کب ہے لوگو! جنابِ زہرا کے دستخط ہیں

بہشت کیا ہے؟ تری مودت کے بحرِ زریں کی بسیرا  
یہ عرش کیا ہے؟ زمیں پہ آنے سے پیشتر تری اجدہانی  
شعور کیا ہے؟ ترا تعارف یہ دین کیا ہے؟ تری کہانی  
عذاب کیا ہے؟ غضب سے تیرا ثواب کیا، تری مہربانی  
یہ کمکشاں رنگرز ہے تری یہ آسماں ساٹباں ہے تیرا  
فلک پہ تاروں کی بھیر کیا ہے؟ رواں دواں کارواں ہے تیرا

تو ایسا نقطہ ہے جس کے دامن میں حق کی مرضی سمٹتی ہے  
تری مشیت ہر ایک لحظہ نقابِ ہستی الٹ رہی ہے  
ہے جس قیامت کا نام بخشش تری دوا سے لپٹ رہی ہے  
یہ سانس لیتی ہے ساری دنیا کہ تیری خیرات بٹ رہی ہے  
تری عطا کے سبھی سینتے مرے دلِ حشرِ خیز میں ہیں  
سبھی ہواؤں پہ راج تیرا، سبھی سمندرِ حمیز میں ہیں

لکھا ہے میں نے جو قصیدہ، نہیں ہے کوئی کمال میرا  
 یہ سب کرم ہے تری نظر کا، قلم تھا ورنہ نہ حال میرا  
 ویر پیمبر پہ دے کے دستک پلٹ پڑا پھر خیر سال میرا  
 زمانے بھر کے مؤرخوں سے ہے احتجاجاً سوال میرا

بتاؤ! امت کا ظلم اپنے نبی کی بیٹی کے ساتھ کیوں ہے؟

بتاؤ! اب تک جناب زہرا کا ایک پہلو پہ لاکھ کیوں ہے؟





چمکتا ہے کہاں افلاک پر مہرِ مہربیں ایسا  
کہاں ہوگا ولایت کی انگوٹھی میں نگین ایسا  
خدا محفوظ رکھے چشمِ بد سے حسدِ رءا کو  
بڑی مشکل سے پایا ہے تمہارے جانیشیں ایسا

## تیسرا ایامت

لوحِ جہاں پہ فنِ کرم کی معراجِ فن کا نام  
لکھا ہے نختن کی حسینِ انجمن کا نام  
سو چا خزاں کے عہد میں جب بھی جن کا نام  
آیا مری زباں پہ ایامِ حسن کا نام — !  
جس نے خدا کے دین کی صورت اُجال دی  
وحشی دلوں میں امن کی بنسیا ڈال دی

سرِ چشمہٴ نجاتِ بشر، حسن کردگار،  
انسانیت کے باغ میں پیغمبر بہار  
حاجت روا، حسیں وہ انا مست بردبار  
وہ امن و عافیت کی حکومت کا تاجدار  
تشبیہ دوں کسی سے مری کیا مجال ہے؟  
بس اتنا کہہ رہا ہوں جن بے مثال ہے

زہرا کا چاند، ابن علیؑ، مصطفیٰؐ کا نور!  
جس کی جبین سے پھوٹ رہی ہے شعلِ طور  
رقصاں ہے جس کی آنکھ میں ادراک کا سرور  
جس کی ہر اک ادا سے نمایاں نیا شعور  
چپ رہ کے جس نے باگِ حکومت کی موڑ دی  
کھولی زباں تو ظلم کی زنجیر توڑ دی!

وہ مجتبیٰؑ وہ عالمِ نوحِ فلکِ مقام!  
معراجِ منک، سدرہ نظر، عرشِ اختتام  
ایسا سخی، ملک بھی کریں جس کا احترام  
دشمن سے بھی لیا نہ کبھی جس نے انتقام  
جس نے دُعائے غیر کو تاشیرِ نجش دی  
اپنے عدو کو اپنی ہی جاگیں سرنجش دی

اللہ رے آبِ تابِ رُخِ ابنِ بو تراب!  
اب تک خراج دے کے گزرتا ہے آفتاب  
نوحِ جبیں، وہ علمِ امامت کا ایک باب  
رفقار میں وہ عدل کہ محشر بھی دے حساب  
بازو ہیں اس طرح سے عطا پر تلے ہوئے  
جیسے فلک پہ صلح کے پرچم کھلے ہوئے

کا گل کی تیرگی سے مکمل ہر ایک رات  
چہرے کی چاندنی سے درخشاں ہے کائنات  
دیتے ہیں جان، جنبشِ ابرو پہ معجزات  
افشاں ہے "راز کُن" کہ کشادہ حسن کا ہات  
ہیں شاخِ گل میں اوس کی بوندیں اُڑی ہوئی  
یا زلفِ مجتبیٰ میں ہیں گرہیں پڑی ہوئی

آنکھیں ہیں یا چہرہ ابد کی فصیل کے  
پلکیں ہیں یا حروف لبِ حبسِ تیل کے  
عارض ہیں یا کنولِ مد و انجم کی جھیل کے  
اعضا ہیں یا نقوشِ خیالِ جمیل کے  
چہرہ حسن کا ہے کہ شبیہِ رسولؐ ہے  
عالم تمام نقشِ کفِ پا کی دھول ہے



یہ پھول پھول رنگ، طبیعت یہ باغ باغ  
 کونین پر محیط مزاجِ دل و دماغ  
 جس کی مٹے انا سے نگہنے لگے ایسا  
 متاب حسنِ بندِ قبا سے ہے داغ داغ  
 جس کی مدد سے حق کی سدا برتری ہوئی  
 جس کی قبا کو دیکھ کے دنیا ہری ہوئی

جو دلنشین گریز کرے نام و ننگ سے  
 افساں کو تولتا نہ ہوتیہ و تفنگ سے  
 جو آئینہ تراش لے وجدانِ سنگ سے  
 وہ امن آشنا ہے نفرت ہو جنگ سے  
 صحرا، چمن کرے جو حد و دھمک کے بعد  
 ایسا کوئی بشر نہیں دیکھا، حسن کے بعد

جس کا سلوک، خلقِ نبیؐ کا سلام لے  
 حق دے کے جو عدو سے حقیقی مقام لے  
 دستِ اجل سے نہیں کے جو رختِ دوام لے  
 اک جنینِ قلم سے جو پرچم کا کام لے  
 سلطانی بہشت، جسے کر دگار دے  
 وہ کیوں نہ قلع و تخت کو ٹھو کر یہ مار دے

ٹکرائے گا حسن سے کہاں کوئی بے نسب  
 یہ وجہ ذوالجلال وہ ابلیس کا غضب  
 جیڈر کہاں، کہاں کوئی فرزندِ بنتِ شب  
 زہرا سے کیا ملے کوئی حَمَالَةَ الْحَطَب  
 بیعت کی بحث ہی سرِ محفل فضول ہے  
 وہ پیکرِ خطا تو یہ ابنِ رسول ﷺ کا ہون ہے

گر دِخزف کجا، رُخِ دُرِّ نجب کُجَب  
 قطرہ کجا، یہ قلمزم کوثر بکف کجا  
 دُر یوزہ گر کجا، شہِ عالی شرف کجا  
 کنکر کُجَب، یہ جوہرِ حسنِ صدف کجا  
 ”تحت التّریٰ کو ہمسرِ عرشِ علا کہوں؟  
 دنیا، ترے ضمیر کی پستی کو کیا کہوں؟“

اے شہسوارِ دوشِ پمیر مرے امام  
 اے دالیِ بہشتِ بریں، رحمتِ تمام  
 تو نے پیا ہے زہر سے لبریزِ غم کا جام  
 تجھ کو غرورِ عظمتِ سقراط کا سلام  
 انساں کو آشتی کا قرینہ سکھا دیا  
 تو نے دلوں کو چین سے جینا سکھا دیا

عالم میں ہے نجاتِ بشر کی نوید تو  
محشر میں بابِ خلدِ بریں کی کلید تو  
دو بار راہِ حق میں ہوا ہے شہید تو  
جنت تو کیا ہے، عرشِ معلیٰ حنرید تو  
کیا زہر کم بھتا، تلخِ کلامی کے واسطے؟  
اب پیر آ رہے ہیں سلامی کے واسطے

کیوں بچھ گیا چہ انج نبی کے مزار کا؟  
کیوں زندہ، اڑ گیا ہے عنیم روزگار کا  
بڑھتا ہے اضطرابِ دلِ سوگوار کا  
پردے میں شور کیوں ہے کسی پردہ دار کا  
پھر زحمت ہو گیا کوئی تازہ، الہی خیر!  
پھر گھر کو آ رہا ہے جتنا زہ، الہی خیر!!

زہرا کے لال، تیرے چمن کو مرا سلام  
تیری ہراک اُداس بہن کو مرا سلام  
عباس کی جبیں کی شکن کو مرا سلام  
چھلنی بدن کو سُرخ کفن کو مرا سلام  
صدمہ ترا بہت ہے شہِ مشرقین کو  
پرسہ میں دے رہا ہوں امام حسین کو

—

## نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

جہانِ عزم و وفا کا پیکر  
 غرود کا مرکز، جنوں کا محور  
 جمالِ زہرا، جلالِ حیدر  
 ضمیرِ انساں، نصیرِ داور  
 زمیں کا دل، آسماں کا یاو  
 دیارِ صبر و رضا کا دلبر  
 کمالِ ایثار کا پیبر  
 شعورِ امن و سکون کا پیکر  
 جینِ انسانیت کا جھومر  
 عرب کا سہرا، عجم کا زیور  
 حسینؑ تصویرِ انبیاء ہے  
 نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ اہلِ وفا کی بستی  
حسینؑ آئینِ حق پرستی

حسینؑ صدق و صفا کا ساتی

حسینؑ چشمِ آنا کی مستی

حسینؑ پیش از عدم، تصور

حسینؑ بعد از قیام، ہستی

حسینؑ نے زندگی بھیری

فضا سے ورنہ قضا پرستی

عروجِ ہفت آسمانِ عظمت

حسینؑ کے نقشِ پا کی مستی

حسینؑ کو حشد میں نہ ڈھونڈو

حسینؑ ہنگامے خلدِ مستی

حسینؑ مقسومِ دین و ایساں

حسینؑ مفہوم ”ھن آتی“ ہے

نہ پوچھو میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ دل ہے، حسینؑ جاں ہے  
حسینؑ قرآن کی زباں ہے  
حسینؑ عرفاں کی سلطنت ہے  
حسینؑ سسار کا جہاں ہے  
حسینؑ سجدوں کی سرزمین ہے  
حسینؑ ذہنوں کا آسماں ہے  
حسینؑ زخموں بھری جبین ہے  
حسینؑ عظمت کا آستاں ہے  
اٹھارہا ہے جو لاشِ اکبر!  
حسینؑ بوڑھا نہیں جو اں ہے  
وہ سرخروئے نشیبِ صحرا  
وہ سر بلندِ سرسناں ہے  
وہ بدرِ افلاکِ آدمیت!  
وہ صدرِ اربابِ کربلا ہے  
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے؟



حسینؑ ایساں کی جستجو ہے  
حسینؑ یزداں کی آبرو ہے  
حسینؑ تنہا تھا کر بلا میں  
حسینؑ کا ذکر چار سو ہے  
فراست کی نبض رُک گئی ہے؟  
حسینؑ مصروفِ گفتگو ہے  
جہاں گلابوں سے اُٹ گیا ہے  
حسینؑ شاید لٹو لٹو ہے  
حیات کے ارتقا سے پوچھو  
حسینؑ پیغمبرِ نمو ہے  
حسینؑ کا حوصلہ نہ پوچھو  
حسینؑ لٹ کر بھی سرخرو ہے  
وہ دیکھو فوجوں کے درمیاں بھی  
حسینؑ تنہا ڈنا ہوا ہے  
نہ پوچھو میرا حسینؑ کیا ہے

حسینؑ نکھرا ہوا قلندر  
حسینؑ بھرا ہوا سمندر  
حسینؑ بستے دلوں سے آگے  
حسینؑ اُڑے دلوں کے اندر  
حسینؑ سلطان دین وایمان  
حسینؑ افکار کا سکندر  
حسینؑ سے آدمی کا رتبہ!  
حسینؑ ہے آدمی کا ”مَن دَر“  
خدا کی بخشش ہی خیمہ زن ہے  
حسینؑ کی سلطنت کے اندر  
حسینؑ داتا، حسینؑ راجہ  
حسینؑ بھگون، حسینؑ سندر  
حسینؑ آکاش کا رشی ہے  
حسینؑ دھرتی کی آتما ہے  
نہ پوچھ میرا حسینؑ کیسا ہے

حسینؑ، میدان کا سپاہی  
حسینؑ، دشتِ آنا کا راہی  
حسینؑ، فرقِ اجل کا اہل ہے  
حسینؑ اندازِ بکھلا ہی!  
حسینؑ کی گردِ پا، زمانہ!  
حسینؑ کی ٹھوکروں میں شاہی  
حسینؑ معراجِ فقیرِ عالم  
حسینؑ، رمزِ جہاں پناہی  
حسینؑ ایقان کا منارہ  
حسینؑ اولیام کی تباہی  
ضمیرِ انصاف کی نفث میں  
حسینؑ معیارِ بے گناہی  
بنامِ جبر و عنبرِ شاہی  
حسینؑ غیرت کا فیصلہ ہے  
نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ فقرو انا کا عسازمی  
حسینؑ جنگاہ میں نسا زمی  
حسینؑ حسن نیسا زمندی  
حسینؑ اعجاز بے نیسا زمی  
حسینؑ آغاز جان نسا زمی  
حسینؑ انجام جان گدا زمی  
حسینؑ توقیر کار بندی  
حسینؑ تعبیر کار سا زمی  
حسینؑ معجز نمائے دوراں  
حسینؑ حق کی فسول طرا زمی  
حسینؑ لارا تو یوں کہ جیسے  
حسینؑ نے جیت لی ہو با زمی  
حسینؑ سارے جہاں کا ادارت  
حسینؑ کہنے کو بے نوا ہے  
نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے

حسینؑ پیغمبرِ بہاراں!  
حسینؑ تسکینِ دلفکاراں

حسینؑ میرِ حجازِ ہستی  
حسینؑ سالارِ شہسواراں

کہ دیدہ و دل کے دشتِ دہریں  
حسینؑ تمثیلِ ابرو باراں

حسینؑ تدبیرِ جاں فروشاں  
حسینؑ تفتدیرِ سوگواراں

کبھی تو چشمِ ہنر سے دیکھو  
حسینؑ رشکِ رخ نگاراں

حسینؑ حسنِ میرِ محمدؐ!  
حسینؑ ہی عینِ روزہ داراں

حسینؑ سرمایہٴ انبیا کا!

حسینؑ اعجازِ اولیا ہے

نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ اک ولفشیں کہانی  
حسینؑ دستورِ حق کا بانی  
حسینؑ عباسؑ کا سراپا  
حسینؑ اکبرؑ کی فوجوانی  
حسینؑ کردارِ اہل ایساں  
حسینؑ معیارِ زندگانی  
حسینؑ قاسمؑ کی کم نمائی  
حسینؑ اصغرؑ کی بے زبانی  
حسینؑ سجادؑ کی خموشی  
حسینؑ باقرؑ کی نوحہ خوانی  
حسینؑ دجلہ کا خشک ساحل  
حسینؑ صحرا کی بیکرانی  
حسینؑ زینبؑ کی کس میری  
حسینؑ کلثومؑ کی ردا ہے  
نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے



بکھر رہے تھے یہ سجدے، سنوار گئے سجدے  
نبیؐ کے چہن سے پہلے، نبیؐ کے چہن کے بعد  
یہ دین مر بھی چکا تھا، نہ مر سکے گا یہ دین  
مرے حسینؑ سے پہلے، مرے حسینؑ کے بعد

# خطیبِ نوکِ سناں

شب تیرا کربلا کی حکومت کا تاجدار  
وحدت مزاج، دوشِ نبوت کا شہسوار  
ہے جس کی ٹھوکروں میں خدائی کا اقتدار  
جس کے گداگروں سے ہر اسماں ہے نوزگار  
جس نے زمیں کو عرشِ منقذ بنا دیا  
فترتوں کو آفتاب کا محور بنا دیا



وہ جس کی بسندگی میں سمٹتی ہے داوری  
کھولے دلوں پہ جس نے رموزِ دلاوری  
لٹ کر بھی کی ہے جس نے شریعت کی داوری  
جس نے سمندروں کو سکھائی سناوری  
وہ جس کا غم ابر کی صورت تنا ہوا  
صحرا ہے رشکِ موجہ کوثر بنا ہوا

جس کی خستہاں بہارِ گلستاں سے کم نہیں  
جس کی جبیں لطافتِ قراک سے کم نہیں  
جس کا اصولِ حکمتِ یزداں سے کم نہیں  
جس کی زمین، خلد کے ایواں سے کم نہیں  
وہ جس کی پیاسِ منزلِ آبِ حیات ہے  
وہ جس کا ذکر آج بھی دجرِ نجات ہے

وہ کہکشاں جہیں، وہ ذیحِ فلکِ مقام  
جس نے جہینِ عرش پہ لکھا بشر کا نام  
جس نے کیا ضمیرِ بعتا میں سدا قیام  
جس کی عنایتوں کو سخاوت کرے سلام  
نوکِ سناں کو رتبہٴ معراجِ بخشش دے  
ذروں کو جو فلک کا جس تاجِ بخشش دے

کنکر کو ڈر بنائے کہاں کوئی جو ہسری  
ایجاو کی حسین نے یہ کیسا کیسا گری  
بخشش ہے یوں بشر کو ملائک پہ برتری  
بچوں کو ایک پل میں بناتا گیا جسری!  
وہ جس نے شک کو حق کا قرینہ سکھا دیا  
جس نے بشر کو مر کے بھی جینا سکھا دیا

جو میرِ کاروانِ مودّت ہے وہ حسینؑ  
جو رازدارِ کنزِ حقیقت ہے وہ حسینؑ  
جو مرکزِ نگاہِ مشیت ہے وہ حسینؑ  
جو تاجدارِ ملکِ شریعت ہے وہ حسینؑ  
وہ جس کا عزمِ آپِ ہی اپنی مثال ہے  
جس کی ”نہیں“ کو ”ہاں“ میں بدلنا محال ہے

مولاً! توجی رہا ہے عجب اہتمام سے  
سمجھے ہیں ہم خدا کو بھی تیرے کلام سے  
کہ نہیں وہ بھڑکتی ہیں سدا تیرے نام سے  
کرتے ہیں تیرا ذکر سبھی احترام سے  
پایا ہے وہ مقامِ ابد تیرے نام نے  
آیا نہ پھر نرید کوئی تیرے سامنے



اگر نہ صبرِ مسلسل کی انتہا کرتے  
کماں سے عزمِ پیمبرؐ کی ابتدا کرتے؟  
نبیؐ کے دین کو تمنا بھٹی سرفسدازی کی  
حسینؑ سرنہ کٹاتے تو اور کیا کرتے؟

## کربلا

کربلا، اے سرخرو لوگوں کے سجدوں کی زمیں  
قبلہ منکر و نظر اے کعبۃِ اربابِ ہیں  
مرکزِ انوارِ حق، اے بوسہ گاہِ مرسلین!  
تیرے ذروں سے دمکتی ہے دو عالم کی جبین  
ضوءِ ستاروں میں ہے تیری مانگ بھرنے کے لیے  
آسماں جھکتا ہے تجھ کو سجدہ کرنے کے لیے!

کربلا، اے معجزاتِ ابنِ آدم کی کتاب  
 محورِ مہر و مدارِ نجم، جبینِ انقلاب  
 ظلمتِ باطل کو تو ہے عرصہٴ یومِ الحساب  
 تیرے ہر فرتے میں گم ہے کتنی صدیوں کا شباب  
 تو نجاتِ ملتِ بیضا کی وہ تحریر ہے  
 تیری مٹی ابنِ مریم کے لیے اکیس ہے

کربلا، اے عظمتِ عرشِ معنے کا حصہ  
 اے زمیں پر آسمانوں کی اکیلی تابعدا  
 روز و شب کی گردشیں تیرے بگولوں پر نشا  
 تیری مٹی چومتا ہے صبر کا پروردگار!  
 تیرہ بختوں کے لیے تو رہزدارِ طور ہے  
 تو غرورِ ابرمن کی دسترس سے دور ہے

کر بلا اے نقطہ تکمیلِ معیارِ حرم  
ٹوٹ کر تجھ پر رستا ہے سدا ابرِ کرم  
تجھ سے قائم ہے مزاجِ آدمیت کا بھرم  
تیری ویرانی ہے فردوسِ بریں سے محترم  
تُو مقدس ہے بہت اہلِ بصارت کے لیے  
انبیاء آتے ہیں روز و شب زیارت کے لیے

کر بلا اے اختتامِ رگزارِ بندگی  
تُو نے زندہ کر دیا پھر سے وقارِ بندگی  
اے رگِ باطل پر ضربِ ذوالفقارِ بندگی  
تُو جہاں میں ہے مزاجِ اقتدارِ بندگی  
تُو فنا کی دھول میں نقشِ بختِ انجام ہے  
تُو فرشتوں پر بندگی کی فوقیت کا نام ہے

کر بلا، اے فاتحِ رسمِ ورہِ شام و سحر  
تُو نے اپنی خاک سے پیدا کیے شمس و ستار  
تُو اگلتی ہے سدا حق کے حسین لعل و گہر  
تیرا ہر ذرہ ہے جبریلِ امین کا ہمسفر

جب تری مٹی شہیدوں کا بچھونا ہوگی  
جو تہری سب مرے تجھ پر تو سونا ہوگی

یاد کر، پہلے تو کیا تھی؟ اک زمینِ مختار  
ہر طرف گرم سفر تھیں زلزلوں کی ہچکیاں  
خمیرہ زن تھے چار سو وحشی حذر کے کارواں  
زندگی کیا، موت کی سانسیں اُکھڑتی تھیں یہاں

کس کے سجدے نے تیرے دل کو مصلے کر دیا  
کس نمازی نے تجھے چھو کر مصلے کر دیا



وہ حسینؑ ابنِ علیؑ، تعبیرِ خوابِ انبیاء  
صاحبِ "اسرارِ کن" ، فخرِ دلیِ ارض و سما  
روفتی بزمِ یعتیس ، صدرِ ہجومِ اولیاء  
وہ سخی وہ مسند آرائے سریرِ انبیا  
جس کی برکت سے توارضِ کبریا کہلاتے گی  
خاک تیری حشر تک "خاکِ شفا" کہلاتے گی

کر بلا تجھ پر، ترے سائے خزینوں پر سلام  
تیرے سینے پر سچے دلکش نگینوں پر سلام  
خون کے چھینٹوں میں تر، اہلیِ جبینوں پر سلام  
عرشِ قامت، گلبدنِ صحرا نشینوں پر سلام  
میں کہ درِ یوزہ گردِ دروازہٴ حسنین ہوں  
کر بلا، تیری زیارت کے لیے بے چین ہوں

# مریم کربلا سلام علیہا

زینبؓ، نبیؐ کا ناز، امامت کی آبرو  
جس کے شرف کی دھوم ہے عالم میں چارو  
شرم و حیا کی جھیل، شرافت کی آبرو  
جبریلؑ جس کا نام نہ لیتا ہو بے وضو  
وہ جس کا ذکر سن کے فضا عطر بیز ہے  
تعظیم دیکھنا کہ قلم سجدہ ریز ہے

بزمِ نسا کی صدر، مصائب میں حتی شناس  
 جس کی ردا بھتی دیں کے لیے خمس میں لباس  
 جس کا وجود، حتی کے ارادوں کا اقتباس  
 کوثر کی موج بن گئی جس کے لبوں کی پیاس  
 جوٹٹ کے بھی وجودِ خدا کی دلیل تھی  
 اپنی صداقتوں کی جو تنہا وکیل تھی

مکا گئی جو اپنے چمن کی کلی کلی  
 جس نے حیثیت کو سجایا کلی کلی  
 کانٹوں بھرے سفر میں جہاں تک چلی چلی  
 لیکن سکھا گئی ہے جہاں کو علیٰ علیہ  
 اسلام بچ گیا یہ اسی کا کمال تھا  
 ورنہ خدا کے دیں کا تعارف محال تھا

ہر چند اُس کے باغ کی ہر شاخ جھڑ گئی  
 لیکن مثالِ برقِ سواؤں سے لڑ گئی  
 بھائی کے ساتھ ساتھ اصولوں سے لڑ گئی  
 زینبِ ضمیرِ سنگ میں آئینے جڑ گئی  
 بھائی سے یوں بہن نے تڑپ کر علم لیا  
 آخر زیدیت کو فتح کر کے دم لیا

طاعت میں بے مثال، شجاعت میں بے بدل  
 قدموں میں بھی ثبات، ارادوں میں بھی اٹل  
 سیرت میں بڑو بار، بصیرت میں بے خلل  
 معیار باوقار تو گفتارِ بر محل  
 افساں کو زندگی کا قرینہ سکھا گئی  
 زینبِ حُسنیت کو بھی جینا سکھا گئی

اللہ رے عزم و ہمتِ بنتِ شہِ نجف  
حالاتِ غمِ بجاں تھے تو جذباتِ سرکینف  
ہر چند ریزہ ریزہ تھا احساسِ کا صدف  
پھر بھی بصدِ خروشِ چلی شام کی طرف  
ظلمت کو عکسِ صبحِ درخشاں بنا دیا  
پاؤں کے آبلوں کو گلستاں بنا دیا

تو خداں میں حریت کے درتپوں کو داکیا  
ہر فرضِ کردگارِ اُجڑے کر ادا کیا  
اسلام کو حسینؑ سا بھائی عطا کیا  
پھر بھی یہ پوچھتے ہو کہ زینبؑ نے کیا کیا  
دیں کی خنداں کو بھتی جو ضرورتِ بہار کی  
زینبؑ نے ہنس کے چادر زہراؑ نثار کی!

پر دے میں رہ کے ظلم کے پرے اُلٹ گئی  
 پہنی رسن تو ظلم کی زنجیر کٹ گئی  
 نظریں اُٹھیں تو جبر کی بدلی بھی چھٹ گئی  
 کب سی لیے تو ضبط میں دنیا سمٹ گئی  
 بولی تو پتھروں کو پگھلنا سکھا گئی  
 انساں کو لغزشوں میں سنبھلنا سکھا گئی

مریم مزاج، عرش مکان، آسماں قدم  
 عصمت مآب، خلد زمیں، ککشاں حرم  
 زہرا شعور، حاجرہ خو، مصطفیٰ حشم  
 خالق صفت، کلیم زباں، مرتضیٰ کرم  
 بہرستم یہ صبر کی شمشیر بن گئی  
 زینب دیار شام میں شبیر بن گئی

دیکھا جو کہ بلا میں دلِ دیں کا انتشار  
ہنکلی نیم خیمہ سے شمشیرِ کردگار  
ملنے لگا زمیں میں تشدد کا اقتدار  
مجبور ہو کے رہ گیا شاہی کا اختیار  
حملہ کیا تو کر گئی اعلانِ عام بھی  
ناحشراب نہ لے کوئی بیعت کا نام بھی

روحِ وفا، مزاجِ حیا، پیکرِ حجاب  
وہ جس کے سائے سے بھی گریزاں تھا آفتاب  
لیکن گہن میں دیکھ کے زہرا کا ماہتاب  
آیا کچھ اس طرح سے طبیعت میں انقلاب  
بعد از حسین صبر کی عکاس بن گئی  
بنتِ علیؑ جلال میں عباس بن گئی

رگرتے ہوئے علم کو سنبھالا کچھ اس طرح  
بھائی کے خوں سے دیں کو اُجالا کچھ اس طرح  
تاج شہی فضا میں اُچھالا کچھ اس طرح  
نطقِ پدِ ر میں لہجے کو ڈھالا کچھ اس طرح  
ہر بات ذوالفقار کی جھنکار بن گئی  
پردہ نشیں تھی جیسے درِ کرا بن گئی

طے ہو چکے جو صبرِ مسلسل کے مرحلے  
دیکھو وہ لب ہلے وہ کھلے دیں کے مثلے  
چوتکے خارِ خواب سے مدت کے دولے  
زینب جگا رہی ہے ہر شام زلزلے  
آواز گو نجی ہے جو عرش برین پر!  
جبریل پر بچھائے ہوئے ہے زمین پر!



لوگوں میں بھی ہم ہیں، فلک بھی فضا بھی ہم  
حق آشنا بھی، خالق حق کی رضا بھی ہم  
لوح و قلم بھی ہم ہیں، قدر بھی قضا بھی ہم  
عادل بھی ہم، قسیم جزا و سزا بھی ہم  
دیکھو ہمیں کہ ہم ہی رُخِ ذُو الجلال ہیں  
پہچان لو کہ ہم ہی محمد کی آل ہیں

سوچو کجا یہ رنج و محن اور ہم کجا  
دیکھو کجا یہ طوق و رسن اور ہم کجا  
لوگوں کجا یہ سرخ کفن اور ہم کجا  
بولو، کجا یہ بھیڑ، گھٹن اور ہم کجا  
پوچھو، مرے چمن کے شگوفے کدھر گئے؟  
کتنے یتیم تھے جو سفر ہی میں مر گئے؟

یہ بے ردا اسیر محمدؐ کے گھر کے ہیں !  
سارے ہی تشنہ لب ہیں اور آٹھوں پہر کے ہیں  
مہمان کچھ تیسیم یہاں رات بھر کے ہیں  
پاؤں میں آبلے بھی ابھی تک سفر کے ہیں  
تحریر کس طرح کی یہ لوحِ جہاں پہ ہے  
منبر پہ بے نماز، نمازی سناں پہ ہے

کھلنے لگی وہ بات جواب تک تھی راز میں  
آیا جو زلزلہ سا ضمیرِ حجاز میں  
یہ احتجاج بارگاہِ بے نیاز میں - !  
یا رب ! سرِ حسینؑ کٹے اور نماز میں  
یہ کہہ کے جب حسینؑ کو دیکھا تو رُک گئی !  
زینبؑ خموش ہو کے سکینہؑ پُتھک گئی !

## علیؑ کی بیٹیؑ

قدم قدم پر چہ راغ ایسے جلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی  
یزیدیت کی ہر ایک سازش پہ چھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

کہیں بھی ایوانِ ظلم تعمیر ہو سکے گا نہ اب جہاں میں  
ستم کی بنیاد اس طرح سے پلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

عجب میسج مزاج خاتون تھی کہ لفظوں کے کیمیا سے  
حسینیت کو بھی سانس لینا سکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

بھٹک رہا تھا، دماغِ انسانیت جہالت کی تیرگی میں  
جہنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

دکانِ وحدت کے جوہری دمِ خود ہیں اس معجزے پر اتنے  
کہ سنگریزوں کو آگینے بنا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

خبر کرو اہلِ جَوْر کو اب حُسنیتِ انتقام لے گی  
یزیدیت سے کہو، سنبھل جائے، اگئی ہے علیؑ کی بیٹی

نبی کا دیں اب سنو، سنو کے یہ بات تسلیم کر رہے  
اُجڑے بھی انبیاء کے وعدے نبھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

نہ کوئی لشکر، نہ سر پہ چادر، مگر نجانے ہوا کیسے نکر  
غروِ ظلم و ستم کے پُرزے اُڑا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

پہن کے خاکِ شفا کا احرام، سر پر ہنہ طواف کھر کے  
حسینؑ اتیری لحد کو کعبہ بنت گئی ہے علیؑ کی بیٹی

کئی خزانے سفر کے دوران کر گئی خاک کے حوالے  
کہ پتھروں کی جڑوں میں بہرے چھپا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

یقین نہ آئے تو کوفہ و شام کی فضاؤں سے پوچھ لینا  
یزیدیت کے نقوش سارے مٹا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

ابد تک اب نہ سر اٹھا کے چلے گا کوئی نیرید زادہ  
غور شاہی کو خاک میں یوں ملا گئی ہے علی کی بیٹی

گزر کے چپ چاپ لاش اکبر سے پابرہنہ رسن بہن کہ  
خود اپنے بیٹوں کے قاتلوں کو ملا گئی ہے علی کی بیٹی

میں اس کے در کے گدا گروں کا غلام بن کر چلا تھا محسن  
اسی لیے مجھ کو رنج و غم سے بچا گئی ہے علی کی بیٹی



حسین چشم خزاں سے اوجھل بہارت تیری یہ باغ تیرا  
نہیں بدلتی رُتوں کی زد میں یہ سوج تیری ماغ تیرا  
مزاج فطرت بدلنے والے تیری بقا کی دلیل یہ ہے  
کہ آئندہ جیوں سے خواج لیتا ہے مسکرا کہ چہ راغ تیرا

سلام



حسینؑ کی دکھ بھری کمانی تمام دنیا سنا کرے گی  
جو روپڑے گا اُسے جہاں میں علیؑ کی دُعا کرے گی

عجیب ماں ہے جو چھ مہینوں کا لال قربان کر رہی ہے  
کبھی جو اشعر کی یاد آئی، ”رباب“ زنداں میں کیا کہے گی

حسینؑ باقر سے کہہ رہے تھے مری سکیمنہ کو ساتھ رکھنا  
سفر کے ہر موڑ پر یہ بچی تجھے دلا سے دیا کرے گی

نبیؐ کے روضے پر اک ضعیفہ جنابِ نبیؐ سے کہہ رہی تھی  
کہ بعدِ عباس ہر قدم پر مری رقیۃؑ و وفا کرے گی

حسینؑ کی لاش بے کفن سے یہ کہہ کے زینبؑ جدا ہوئی  
جو تیرے مقتل میں نہجؑ گیا ہے وہ کام میری دُعا کہے گی



اس منج پر انسان نے سوچا ہی کہاں ہے؟  
شبیرؑ زمانے میں رسالت کی زباں ہے

یہ ابر کا ٹکڑا جو بکھرتا ہے فضا میں  
سادات کے جلتے ہوئے ٹیپوں کا ڈھواں ہے

بہنے لگا ہر ظلم مثالِ خس و خاشاک

زینبؑ، ترمی تقریر بھی اک سیلِ رواں ہے

شبیرؑ کی آواز جو گونجی سہرِ مقتل!

زینبؑ یہی سمجھی، علی اکبرؑ کی اداں ہے



کیوں برق سی گرتی ہے سیر لشکرِ اعداء  
اصغراء کے لبوں پر تو تبسم کانشاں ہے

بازار کے ہر موڑ پر زینب نے صدا دی!  
سجاد سے پوچھو، مرا عجاج کہاں ہے؟

شبیرؑ کا غم بھول کے دنیا کی خبر لے!  
محسن کو ابھی اتنی فراغت ہی کہاں ہے؟



دل جیسے ہے خاکِ رہِ قنبر کے برابر  
میں خود کو سمجھتا ہوں سکندر کے برابر  
سرنقشِ کفِ پائے ابو ذر پہ ہے جب سے  
دنیا ہے مرے پاؤں کی ٹھوکر کے برابر  
مشکل ہے، کوئی رتبہ حیدرؑ کو سمجھ لے  
ممکن نہیں قطرہ ہو سمندر کے برابر  
صد شکر مری تشنہ لبی یاد ہے جس کو  
بیٹھا ہے وہی ساقی کوثر کے برابر  
نسبت نہ دو نور شید کو زخارِ علیؑ سے  
کنگہ کونہ لاؤ، رُخ گوہر کے برابر  
شبیرؑ کے ہاتھوں پہ تو اصر تھا وہ لیکن  
نکلا سر میسداں علی اکبرؑ کے برابر  
محسن کو نہیں خوف ”نکیرین“ لحد میں  
کون آئے گا مولاً، ترے نوکر کے برابر



منظوم کے ہاتھوں پہ جو دم توڑ رہا ہے  
کم سن ہے مگر فائدہ ارا بابِ وفا ہے  
شبیرؑ کے مقتل سے گزرتا ہے جو اکثر  
وہ ابر نہیں، ثانی زہرا کی ردا ہے  
یہ کون مسافر تھا جو مدفن کو بھی ترسا!  
یہ کس کا جنازہ تھا جو تیروں پہ رکھا ہے  
زنیب کی صدا سن کے یہ جبریلؑ نے پوچھا  
یہ حیدر کتار کس سال بول رہا ہے؟  
اے روحِ پیغمبرؐ، تری اُمت ہے پریشاں  
شاید تری بیٹیؑ تری اُمت سے خفا ہے  
ما تم کی صدا تینہ کرو، سوچتے کیا ہو؟  
شبیرؑ ابھی زعفرانِ اعدا میں گھرا ہے  
میں موت سے خائف ہوں نہ محشر سے ہر سال  
محسنِ مری بخشش کی سند خاکِ شفا ہے



تجھ کو دیارِ غمیر کی آب و ہوا پسند  
میں کیا کروں کہ مجھ کو ہے کرب و بلا پسند  
میری سرشت تجھ سے جدا ہے بہرِ زماں  
یعنی تو خود پسند ہے، میں ہوں خدا پسند  
”ضربت“ پہ خلد، ”نیند“ پہ مرضی نشا رکی  
خالق کو مرتضیٰ کی ہے اک اک ادا پسند  
ہر دم وہ دم ہے پھر دم عیسےؑ کی آبرو  
اک بار آگتی جسے خاکِ شفا پسند  
شبیرؑ کی ”نہیں“ پہ دو عالم کی ”ہاں“ نثار  
ایسا بھی کون ہوگا جہاں میں انا پسند  
خوشنورہِ نجف کی ہمیں یوں عزیز ہے  
جیسے مسافروں کو وطن کی ہوا پسند

خیبر شکن سے پوچھ قناعت کا بانگین  
 ورنہ کے ہے نان جو میں سی غذا پسند  
 حُبِ علیؑ کی مے کو جہاں سے چھپا کے رکھ  
 یہ جنس وہ ہے جس کو کریں انبیاء پسند  
 اس کم سنی میں یوں صفتِ اعدا سے انتہام  
 اصغرؑ تو ابتدا میں ہوا انتہا پسند  
 خواہش ہے چاند کی بھی پرنتش کروں کبھی  
 اتنا ہے اے حسینؑ ترا نقشِ پا پسند  
 دنیا مری ہنسی نہ اڑائے تو کیا کرے؟  
 مجھ کو خوشی میں بھی ہے یہ رونا بڑا پسند  
 ثابت ہوئی یہ بات دیارِ دمشق میں  
 زینبؑ خدا کے دیں کو ہے تیری ردا پسند  
 سایہ فگن ہے سر پہ مرے پرچمِ حسینؑ  
 مجھ کو نہیں ہے سایہ "بالِ ہما" پسند

قطعت



خالق نے کچھ اس طرح اتارے ہیں محمدؐ  
ہر دور میں ہر شخص کو پیارے ہیں محمدؐ  
اکثر در زہرا پہ یہ جبریلؑ نے سوچا  
پیغام کسے دوں کہ یہ سارے ہیں محمدؐ



اُس باغ پہ توحید کا پسرہ نہ ہو کیونکر؟  
جس باغ کی پھپھان ہی زہرا اسی کلی ہو  
اُس شخصؑ کے رتبے کی بلندی پہ نہ جاؤ  
جس شخصؑ کے ادنیٰ اسے غلاموں میں علیؑ ہو



دل میں چاہت ہے ہمیر کی تو دوزخ کیسی؟  
پھر سرِ حشر یہ رحمت کا لبادہ کیا ہے!  
اے فرشتو! میرے اعمال نہ دیکھو ٹھوڑا  
پہلے پوچھو کہ محمدؐ کا ارادہ کیا ہے

○  
محمدؐ کی چاہت دماغوں کی شاہی  
محمدؐ کی نفرت دلوں کی تباہی  
محمدؐ کی بخشش، خدا کا خزانہ  
محمدؐ کی رنجش، عذابِ الہی

○  
یہ بات مجھ پہ میرے عقیدے کا فیض ہے  
یہ مسئلہ نہیں ہے شروع و اصول کا  
ہر چودھویں کا چاند ہے نقشِ کفِ نبیؐ  
ہر دوپہر کی دھوپ ہے سایہ رسولؐ کا

○  
فکرِ بشر خیالِ نبوت کی دُھول ہے  
میعارِ بندگی میں کوئی ضدِ فضول ہے  
پتھر کو رزقِ نطق ملے جس کے ہاتھ سے  
سمجھو وہ بالیقین خدا کا رسولؐ ہے



○  
ہر صبح ، مکافات کی شاموں کے لیے ہے  
دنیا دلِ نادار کے کاموں کے لیے ہے  
اعدائے نبوت کا ٹھکانہ ہے جسم  
جنت تو محمدؐ کے غلاموں کے لیے ہے

○  
نازایا ہوں مفقود پر ہے احسانِ محمدؐ  
ہوں آئینہ بردارِ عنایاں محمدؐ  
پھیرے نہ مجھے حشر کے سورج کی حرارت  
حاصل ہے مجھے سایہ دایمانِ محمدؐ

○  
باطل کی سازشوں کو کچلتے رہیں گے ہم  
جب تک سہے گا ہاتھ میں پرچمِ حسینؑ کا  
قصرِ یزیدیت کی دراڑوں سے پوچھ لو  
تاریخِ انقلاب ہے ماتمِ حسینؑ کا



تمام لفظ ترے حق کا انتخاب ہوئے  
 تمام زخم ترے ظلم کا جواب ہوئے  
 ترے لہو کے وہ چھینٹے جو آسماں پہ پڑے  
 انہی میں کچھ مرہ و انجم کچھ آفتاب ہوئے!



انسان کی جبین پہ ستارے سجا دیے  
 زخموں سے پھول دشتِ بلا میں کھلا دیے  
 نوکِ سناں پہ بول کے میرے حسین نے  
 تاریخ کی زباں پہ نالے لگا دیے



اصولِ دین نہ بچاتے جو کر بلا والے  
 ورقِ ورق یہ کہانی بکھر گئی ہوتی  
 بچا گیا اسے سجدہ حسین کا ورنہ  
 نمازِ عصر سے پہلے ہی مر گئی ہوتی



نہ پوچھ کیسے کوئی شاہِ مشرقین بنا  
بشر کا ناز، نبوت کا نور عین بنا  
علیؑ کا خون، لعابِ رسولؐ، شیرِ بتولؑ  
ملے ہیں جب یہ عنصروں تو پھر حسینؑ بنا



خالق کی آبرو کے محافظ، علیؑ کے لال  
نذرانہ رِجودِ ملائکہ وصول کر!  
اکبرؑ کی لاش پر بھی تو بیٹھا ہے مطہر  
شبیرؑ انبیاء کی سلامی قبول کر



یادِ عنم حسینؑ دلوں کی سرشت ہے  
ورنہ یہ رنگِ بو کا جہاں سنگِ وخت ہے  
قانون بن کے جس میں رواں ہو حسینیت  
کوئی زمیں بھی ہو وہ یقیناً بہشت ہے

آدیکھ کر بلا کو بشر کے شعور میں  
شامل ہوئے ہیں خاک کے ذرے بھی نور میں  
تاثيرِ خونِ ابنِ علیؑ ہے کہ آج تک  
جھکتا ہے آسماں بھی زمیں کے حضور میں



مظلوم کا غم گردشِ دریاں سے جدا ہے  
یہ دردِ ہر اک دل کے خزانے میں چھپا ہے  
ہر وقت جھپکتی ہوئی آنکھوں کو ذرا دیکھو!  
گرہ ما تم شبیرؑ نہیں ہے تو یہ کیسا ہے؟



فطرت یہ کہہ رہی ہے کہ کونین کا نصیب  
تحریر ہے حسینؑ کی زخمی جبین پر!  
دیکھو، عروجِ خاک رہ کر بلا کہ آج!  
جنت یہ چاہتی ہے ”میں ہوتی زمین پر“



سورج ابھی نہ جا تو حسدِ مشرقین سے  
 جبریلؑ! ایک پل کو ٹھہرتو بھی چین سے  
 اے موت، سانس روک؛ زمانے قیام کر  
 مصروفِ گفتگو ہے خدا خود حسینؑ سے



شبیرؑ! اگر دل میں ترا نقشِ قدم ہے  
 کچھ خوف ہے محشر کا نہ اعمال کا غم ہے  
 یہ راز کھلا ”حُر“ کے مقدر سے جہاں میں  
 جنت تو ترے اک تبسم سے بھی کم ہے



وہ ابنِ مظاہر ہو کہ حُر، جَوْن کہ مسلم  
 یہ کہہ کے پچھرتا تھا ہر اک ”دارِ فنا“ سے  
 جنت میں بھی مشکل سے مری آنکھ کھلے گی  
 سویا ہوں میں شبیرؑ کے دامن کی ہوا سے



تُو نے نماز پڑھ کے سرِ دشتِ کربلا  
کہتا ہے کون صرف ارم ہی حسرید کی  
شبیر تیرے آخری سجدے کی ضرب سے  
سانس اکھڑ رہی ہیں ابھی تک یزید کی



بڑھتی ہے برہمی سی ذرا نورِ عین میں  
ملا ہے اضطرابِ یونہی دل کے چین میں  
سیلاب دیکھتا ہوں تو آتا ہے یہ خیال  
پانی بھٹک رہا ہے تلاشِ حسین میں



ہر ایک اشکِ شبنمِ برگِ گلِ نجات  
”کالی قبا“ لبادۂ عرشِ برین ہے  
”ماتم نہیں“ حسین کی عظمت کا طبل ہے  
”نوحہ نہیں“ ترانہٴ فتحِ حسین ہے



لمحہ اُبھر رہا ہے وہ رد و مستبول کا  
چہرہ دمک رہا ہے فروع و اصول کا  
صف باندھ کر کھڑی ہیں جہاں کی صدائیں  
تاریخ لکھ رہا ہے نواسہ رسول کا



اُسی بشر کو شر مشرقین کہتے ہیں  
دلاور دل کے دل و جاں کا چہن کہتے ہیں  
جو سر کٹا کے جھکا دے سرِ غرورِ یزید  
اُسے سناں کی لغت میں حسینؑ کہتے ہیں



جب سے اُٹھا ہے ظلم کا پیرہ فرات سے  
کہتی ہے موج موج کسانِ حسینؑ کی  
حیران ہو کے پوچھتا پھرنا ہے سیلِ آب  
کیا چاہتی تھی تشنہ دہانی حسینؑ کی

انہی مجوں سے لے کر اکتوبر تک کالی بنان  
بشکرہ سید احمد علی رشک نے کیا

طالب دعا

سید تر عباس

11.8.2008



التاس سورہ فاتحہ کے تمام مرحومین

۱ [شیخ صدوق	۱۳ (سید حسین عباس فرحت	۲۵ (تیکم و اخلاق حسین
۲ [علامہ مجلسی	۱۴ (تیکم و سید جعفر علی رضوی	۲۶ (سید ممتاز حسین
۳ [علامہ سائبر حسین	۱۵ (سید نظام حسین زیدی	۲۷ (تیکم و سید اختر عباس
۴ [علامہ سید علی نقی	۱۶ (سیدہ زہرہ	۲۸ (سید محمد علی
۵ [تیکم و سید عابد علی رضوی	۱۷ (سیدہ رضویہ خاتون	۲۹ (سیدہ رضیہ سلطان
۶ [تیکم و سید احمد علی رضوی	۱۸ (سید نجم الحسن	۳۰ (سید مظفر حسین
۷ [تیکم و سید رضا احمد	۱۹ (سید مبارک رضا	۳۱ (سید باسط حسین نقوی
۸ [تیکم و سید علی حیدر رضوی	۲۰ (سید تنہیت حیدر نقوی	۳۲ (علامہ محی الدین
۹ [تیکم و سید سید حسن	۲۱ (تیکم و مرزا محمد ہاشم	۳۳ (سید ناصر علی زیدی
۱۰ [تیکم و سید مردان حسین جعفری	۲۲ (سید باقر علی رضوی	۳۴ (سید وزیر حیدر زیدی
۱۱ [تیکم و سید چار حسین	۲۳ (تیکم و سید باسط حسین	۳۵ (ریاض الحق
۱۲ [تیکم و مرزا تو حید علی	۲۴ (سید عرفان حیدر رضوی	۳۶ (خورشید تیکم